دو معروف مغربی نو مسلم خواتین کی پُر ایمان اور جذبہ انگیز تقاریر

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ

قرآن و حدیث کا پیغام ــــــ مسلمان خواتین کے نام

تالیف:
مُحترمہ عائشہ لیمو (انگلستان)
مُحترمہ فاطمہ ہیرین (جرمنی)

ترجمہ:
عبدالغفار احمد

دی حجاب سوسائٹی آف پاکستان

اسلام میں عورت کا مقام ومرتبہ

قرآن وحدیث کا پیغام، مسلم خواتین کے نام

تالیف

★ محترمہ عائشہ لیمو (برطانیہ)

★ محترمہ فاطمہ ہیرین ([illegible])

ترجمہ

عبدالغفار احمد

دی حجاب سوسائٹی آف پاکستان

نام کتاب : اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ

تالیف : محترمہ عائشہ لیمو، محترمہ فاطمہ ہیرین

ناشر : دی حجاب سوسائٹی آف پاکستان

زرتعاون : 40 روپے

ادارہ مطبوعاتِ خواتین پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

بالمقابل تعمیرِ سیرت کالج، منصورہ، ملتان روڈ لاہور

فون: 042-5024489 موبائل: 0300-4136458

دی بُک ڈسٹری بیوٹرز

B-153 خداداد کالونی، کراچی، فون: 2787137

ادارہ مطبوعات خواتین کی شائع کردہ کُتب کا مقصد دین اسلام کی نشرواشاعت اور خدمت ہے..... فرقہ پرستی اور فرقہ بندی کی تائید نہیں۔ الحمدللہ! ہم فرقہ بندی کی سخت مذمت اور اس سے احتراز کرتے ہیں۔

حسن ترتیب

ضمیمہ

✪ ✪ ✪

ابتدائیہ

۳ اپریل تا ۱۲ اپریل ۱۹۷۶ء کو لندن میں اسلامی کونسل آف یورپ اور سعودی عرب کی شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی کے زیر اہتمام ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، جس کے مختلف اجلاس مسلسل ۸ دن تک انعقاد پذیر ہوتے رہے اور ان اجلاسوں میں مختلف موضوعات مثلاً: اسلام اور عیسائیت، اسلام و مسلمان اور مغربی اقوام، اسلام اور عصر حاضر کا چیلنج، اسلامی تہذیب و ثقافت، مسلم ممالک اور مغربی ممالک کے باہمی تعلقات اور ان کی نوعیت، یورپ میں اسلام کی پیش رفت اور یورپی مسلمانوں کو درپیش مسائل، اسلامی تعلیمات کے مطابق مرد و زن کے تعلقات اور ان کی نوعیت وغیرہ زیر بحث آئے۔ نیز یہ جائزہ لیا گیا کہ وہ کون سے عوامل ہیں جن کی بناء پر عالم اسلام ، بالخصوص مغرب اور بالعموم دیگر مذاہب عالم کے درمیان مختلف تنازعات، کشیدگیوں اور ناہمواریوں نے جنم لیا اور اب ان کشیدگیوں کو کس طرح ختم یا کم کرکے خوشگوار ماحول اور خیرسگالی کی فضاء پیدا کی جاسکتی ہے؟

اس کانفرنس میں جہاں مسلمان اہل علم و دانش اور سیاست سے وابستہ ممتاز مسلمان رہنماؤں اور افراد کی بہت بڑی اکثریت نے شرکت کی، وہیں یورپ کے نومسلم خواتین و حضرات بھی کافی تعداد میں شریک ہوئے۔ بلامبالغہ اس کانفرنس کے انعقاد سے نہ صرف یورپ کے مسلمانوں کو نیا جذبہ اور حوصلہ ملا بلکہ دیگر مذاہب سے وابستہ افراد پر بھی انتہائی دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ بعد ازاں کانفرنس کی پوری روداد مرتب کرکے شائع کی گئی، زیر نظر اس کتاب کے بیشتر مضامین و مباحث اسی روداد کا حصہ ہیں۔ کانفرنس کی ایک خصوصی نشست (نشست نمبر۵/ منعقدہ ۸ اپریل ۱۹۷۶ء) میں جائزہ لیا گیا کہ "اسلام

میں مرد اور عورت کے باہمی تعلقات کی صحیح نوعیت کیا ہے؟" اس کے حوالے سے اس نشست میں یورپ کی دو ممتاز اہل علم نومسلم خواتین نے بھی اظہار خیال کیا اور انہیں حاضرین سے زبردست کلمات تحسین و آفرین ملے۔ اس موضوع سے متعلقہ مضامین ومباحث کو بعد میں جون ۱۹۷۶ء میں "اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ" کے زیر عنوان کتابی شکل میں شائع کیا گیا' جس کا اہتمام "اسلامک فاؤنڈیشن" (لندن) نے کیا تھا۔ تب یہ عربی' انگریزی' انڈونیشیائی اور اردو چار زبانوں میں شائع ہوئی تھی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں "اسلامک فاؤنڈیشن" کے زیر اہتمام شائع کردہ کتاب بعنوان "اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ" کے دیباچہ میں شامل اسلامی کونسل آف یورپ (جس نے بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کا انتظام و انصرام کیا تھا) کے سیکرٹری جنرل جناب سالم عزام اور "اسلامک فاؤنڈیشن" (لندن) کے اس وقت کے ڈائریکٹر جنرل جناب پروفیسر خورشید احمد کی تحاریر وپیغامات کے کچھ مندرجات کو پیش کردیا جائے۔ جناب سالم عزام نے کتاب کے دیباچہ میں اپنے خیالات و تاثرات کا اظہار یوں کیا تھا:

"قریباً تیرہ سو سال عرصہ قبل مغربی ممالک میں رہنے والے غیر مسلم 'اسلام کے نام سے واقف ہوئے لیکن ہمارے دین سے ان کی یہ واقفیت ایسی ہے جیسے کوئی دشمن اپنے دشمن کو معاندانہ اور مخالفانہ احساسات کے ساتھ دیکھے اور اس کے وجود کو اپنی بقاء کے لئے دھمکی تصور کرے۔ اس لئے یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہے کہ "مغرب" میں اسلام کو ایک معاند' جابر' پرتشدد حتیٰ کہ بت پرست دین (مذہب) کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح وہاں ہماری تہذیبی اور ثقافتی اقدار کو نہایت مکروہ اور ناپسندیدہ صورتوں میں عوام کے سامنے لایا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ امر بڑا افسوسناک ہوگا کہ اس صورت حال کو اسی طرح جاری رہنے دیا جائے اور اسلام اور مغربی دنیا کے درمیان تعلقات ہمیشہ اسی طرح کشیدگی اور ناہمواری کا شکار رہیں۔ دنیا میں علمی ترقی اور عالم اسلام و مغرب کے درمیان ذہنی' ثقافتی' سیاسی اور معاشی دائروں میں بڑھتے ہوئے روابط کے پیش نظر بجا طور پر اس امر کی

توقع کی جاسکتی ہے کہ مغرب کا پرانا رویہ بدل جائے' جس کے نتیجہ میں ہمارے اور اس کے درمیان بہتر مفاہمت اور قریبی تعاون کی راہ ہموار ہو۔ اس تعاون کی بنیاد حقائق کے مخلصانہ ادراک پر ہونی چاہیئے اور ہمارے درمیان تعلقات میں ہم آہنگی یا ناہمواری کے جو پہلو موجود ہیں' ہمیں ان کی وسعتوں کا صحیح صحیح تعین کرکے ان کی حقیقی اہمیت کا واضح جائزہ لینا چاہیئے۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ ہمارے درمیان جہاں جہاں اختلاف رائے پیدا یا موجود ہے' اس میں باہمی احترام کا رویہ اختیار کیا جائے۔

بین الاقوامی اسلامی کانفرنس' جس کے اجلاس لندن میں ۳ اپریل سے ۱۲ اپریل ۱۹۷۶ء تک مسلسل ہوتے رہے' یورپ کی تاریخ کا ایک ایسا واقعہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس لئے کہ اس میں ممتاز مسلمان علماء' دانشوروں اور صاحب فکر و نظر اہل سیاست کی اتنی بڑی تعداد نے حصہ لیا کہ وہ یورپی معاشروں پر اپنا غیر معمولی دینی اور تہذیبی اثر چھوڑنے میں پوری طرح کامیاب رہی۔ اس نے دنیا کے سامنے اس امر کی اچھی طرح وضاحت کی کہ مسلمانوں کی نظر میں اسلام کی حقیقی تعلیمات کیا ہیں اور انسانی زندگی میں ان کی کیا اہمیت ہے؟ کانفرنس کا ایک بنیادی مقصد مغرب میں اسلام اور اسلامی ثقافت کو زیادہ سے زیادہ معیاری صورت میں روشناس کروانا تھا' تاکہ مسلمانوں اور دیگر مذاہب اور نظریات کے پیروکاروں کے تعلقات مضبوط و مستحکم بنیادوں پر استوار ہوں۔

اس کانفرنس کا ایک سب سے زیادہ قابل قدر اجتماع وہ تھا جس میں خواتین سے متعلق اسلام کی تعلیمات اور حقوق پر روشنی ڈالی گئی۔ اس اجتماع میں خطاب کرنے والی دو نامور خواتین کا تعلق مغرب کے تہذیبی پس منظر سے تھا' یعنی ان میں سے ایک انگلستان اور دوسری جرمنی سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس طرح مغربی سامعین کو اسلام کا نقطہ نظر ان خواتین کی زبانی سننے کا موقع ملا' جن کا تہذیبی پس منظر اگرچہ مختلف تھا لیکن وہ اپنے اطمینان کے مطابق اسلام کا معاشرتی نظام قبول کرچکی تھیں اور اپنے تجربے اور اس سے متعلق ذہنی قدر افزائی میں دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرنے کے لئے تیار تھیں۔"

جبکہ جناب پروفیسر خورشید احمد نے دیباچہ میں اپنے پر مغز مشاہدات و تاثرات یوں تحریر فرمائے:۔

"ہم جس دور میں زندگی گزار رہے ہیں' یہ بے چینی اور تبدیلی کا دور ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شک' بے یقینی اور موجودہ حالات سے بے اطمینانی کے سبب انقلاب کی شدید خواہش نے روح عصر کی شکل اختیار کرلی ہو۔ صدیوں پرانے ادارے انتشار و اضمحلال کے امکانات سے دوچار ہیں۔ وہ قدریں جن سے کبھی انسان زندگی کی حرارت حاصل کرتا تھا' اب خواہ حقارت سے انہیں ٹھکرایا نہ بھی جاتا ہو' لیکن ان کی معقولیت کے بارے میں گہرے شکوک و شبہات کا اظہار ضرور کیا جاتا ہے۔ یوں نظر آتا ہے جیسے ہر چیز مسلسل بدل رہی ہو اور ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہو رہی ہو۔

بنیادی طور پر اس میں کوئی برائی نہیں کہ لوگ اپنے معاملات میں تحقیق و جستجو سے کام لیں اور ان میں یہ دیکھیں کہ کیا چیز صحیح ہے اور کیا غلط؟ اور ان کا باریک بینی سے تجزیہ کریں۔ ماضی میں تحقیق و تجزیہ کا یہ جذبہ انسانی ترقی کا سرچشمہ ثابت ہوا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ مستقبل میں ایسا نہ ہو۔ لیکن مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان توازن اور اطمینان قلب کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر ایسے حالات میں لوگوں کو اس پر ابھارا جاسکے کہ وہ اپنے گردوپیش کا جائزہ کسی بلند تر معیار کی روشنی میں لیں' تو وہ انسانیت کے سامنے بہتری کے نئے افق لاسکتے ہیں اور مستقبل کی ترقی کے نقیب ثابت ہوسکتے ہیں۔ لیکن اگر ان کے اندر کھلا ہوا منفی رویہ پیدا ہو جائے تو وہ ان کو اخلاقی اور تہذیبی تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ تبدیلی ایسی صورت میں ایک قابل تعریف اور مطلوب و محمود قدر کی حیثیت اختیار کرلیتی ہے' اور یہ بات بھلادی جاتی ہے کہ تبدیلی کی صورت میں حالات بہتر بھی ہوسکتے ہیں اور بدتر بھی۔ جو بات تبدیلی سے بھی زیادہ اہم ہے وہ تبدیلی کا رخ ہے' اور یہ بات ہے کہ ہم اس امر کا پکا ارادہ کرلیں کہ صحیح کو غلط پر' سچائی کو جھوٹ پر' انصاف کو بے انصافی پر ترجیح دیں گے اور کسی حالت میں صحت' سچائی اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ

چھوڑیں گے۔ اس امر کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں کہ ان دنوں ہم انقلابی تبدیلی کے دور میں زندگی گزار رہے ہیں لیکن اس امر کی شہادت بہت تھوڑی ہے کہ اس تبدیلی کا رخ حق، سچائی اور انصاف کی طرف ہے۔

موجودہ حالات میں یہ بات بڑی اہم ہے کہ ہم اپنی توجہ کا مرکز مجرد تبدیلی کے بجائے اس امر کو بنائیں کہ تبدیلی لانے سے ہمارا مقصد کیا ہے؟ ذہنوں کا تعلق نظریات، اقدار اور اصولوں سے جوڑ دیا جانا چاہیئے تاکہ مستقبل کے بارے میں ایک واضح تصور ابھر کر ہمارے سامنے آجائے۔ ہمیں چھوٹی چھوٹی فروعی باتوں کے بجائے اصولی امور کی فکر کرنی چاہیے، ذرائع کے بجائے مقاصد کو سامنے رکھنا چاہیئے، ٹیکنیکی امور کے بجائے نظریات اور نصب العین کو اہمیت دینی چاہیئے۔ یہ ہے وہ چیلنج جس نے دورِ جدید کے انسان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے، یہ ہے وہ مسئلہ جو ہر ایسے شخص کی توجہ اپنی طرف مبذول کروالیتا ہے جو جدید معاشرے میں رہنے والے انسان کے مصائب کو ایک مسلمان کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔

اسلام زندگی کے مادی پہلوؤں کا پورا پورا شعور رکھتا ہے، یہ صرف روحانیت کا دین نہیں۔ اس کی انفرادیت اس حقیقت میں مضمر ہے کہ یہ انسانی زندگی کے پورے دائرے کو دین کا حقیقی میدان کار سمجھتا ہے۔ انسان کی مادی زندگی کے مسائل اور معاشرے کے ٹیکنیکی پہلو بھی اس کے نزدیک اتنے ہی اہم ہے جتنے روحانی اصلاح اور انسان اور اس کے خالق کے درمیان تعلق سے متعلق مسائل۔ اسلام ہر ایسے مادی یا روحانی ترقی کے تصور کا مخالف ہے جو مسائل کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھ کر حل کرنے کی کوشش کرتا ہو۔ اسلام کا نقطہ نظر ایسا ہے جو ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے۔ اسلام ان تمام وسائل سے استفادہ کرنا چاہتا ہے جو ایک نئی دنیا کی تخلیق سے متعلق انسان کی دسترس میں ہیں، ایک ایسی دنیا جہاں انسان اپنے خالق اور پوری کائنات کے ساتھ امن سے رہ سکے۔ یہی وہ چیز ہے جو آج کل کے جدید معاشروں کو حاصل نہیں۔

خاندان کو معاشرے میں انتہائی اہم بنیادی ادارے کی حیثیت حاصل ہے۔ اگر انسان

اپنی ذات کے ساتھ امن میں نہ ہو تو یہ صورت حال انسانی تعلقات کے دائرے میں سے زیادہ نمایاں ہوتی ہے، خصوصاً خاندان میں اور مردوں اور عورتوں کے تعلقات میں۔ موجودہ دور کے بنیادی مسائل اور انسانیت کے مستقبل سے متعلق جو بحث ہوگی لازمی بات ہے کہ وہ مرد اور عورت دونوں جنسوں کے درمیانی تعلقات اور خاندان اور تعلیم جیسے اداروں کے گرد گھومے گی۔

یورپ کی اسلامی کونسل اور سعودی عرب کی شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی کے زیراہتمام جو کانفرنس اپریل ۱۹۷۶ء میں لندن کے مقام پر ہوئی اس میں جن مسائل پر غور کیا گیا ان کا تعلق اس خیال سے تھا کہ "اسلام اور ہمارے زمانے کا چیلنج کیا ہے؟" (یعنی اسلام کی روشنی میں ہم اپنے زمانے کے چیلنج کا مقابلہ کس طرح کرسکتے ہیں؟)

اب ہم اسی کتاب کو مناسب ترامیم واضافہ جات، تحقیق و تخریج اور تدوین کے بعد بشکریہ "اسلامک فاؤنڈیشن" (لندن) "دی حجاب سوسائٹی آف پاکستان" کے زیراہتمام شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ جیسا کہ قبل ازیں جناب سالم عزام کے تاثرات میں ذکر ہو چکا ہے کہ بنیادی طور پر یہ کتاب انگلستان اور جرمنی سے تعلق رکھنے والی دو اہل علم و دانش نو مسلمات ـــ محترمہ عائشہ لیمو اور محترمہ فاطمہ ہیرن ـــ کی ان تقاریر / مقالوں پر مشتمل ہے جو انہوں نے اسلامی کانفرنس منعقدہ لندن کی ایک خصوصی نشست میں پڑھے تھے۔ کتاب میں "احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پردہ کے احکام" کا اضافہ کیا گیا ہے۔ دین کا درد رکھنے والے افراد کیلئے یہ امر باعث مسرت ہوگا کہ "دی حجاب سوسائٹی آف پاکستان" کا قیام رمضان المبارک جیسے مبارک مہینے میں عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ ۱۰ سال کی عمر کی بچیوں سے لے کر ۸۰ سال تک کی عمر کی خواتین کو کتاب وسنت کی روشنی میں تحقیق و تالیف کے بعد معیاری اور عام فہم دینی لٹریچر فراہم کیا جائے تاکہ خواتین اسلام کے سامنے تہذیب وثقافت اسلامی کے خدوخال واضح ہوں، مسلم خاندانوں اور گھرانوں کو اپنی پاکیزہ تہذیب پر عمل کرنے کا داعیہ ملے

بالخصوص مسلمان خواتین قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے کردار اور فرائض کو بہتر سے بہتر بنا سکیں اور دیگر خواتین کو بھی دینی سانچے میں ڈھلنے کی ترغیب دے سکیں' ان شاء اللہ!

امید ہے کہ ہمیں اہل دین کی طرف سے حوصلہ افزائی سے اپنے مقاصد کے حصول میں مدد ملے گی اور کتاب و سنت کے داعی خواتین و حضرات کی بھرپور رہنمائی حاصل رہے گی' ان شاء اللہ!

ذمہ داران

"دی حجاب سوسائٹی آف پاکستان" لاہور

۱۵ جنوری ۲۰۰۰ء

۱

اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ

محترمہ عائشہ لیمو (انگلستان)

میرے اسلام قبول کرلینے کے بعد گزشتہ پندرہ سال کے عرصہ میں بعض غیر مسلم دوستوں اور جان پہچان والے لوگوں کی جانب سے بار بار مجھ سے یہ سوال پوچھے جاتے رہے ہیں کہ اسلام کیا ہے اور اسلامی طریقہ زندگی سے کیا مراد ہے؟ چنانچہ یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ مغرب میں رہنے والے پڑھے لکھے غیر مسلم اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ وہ اسلام میں عورت کے کردار کے بارے میں بے شمار غلط فہمیوں اور بیجا تعصبات کا شکار ہیں۔ بہت سے غیر مسلم مجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا مسلمانوں کی رائے میں عورتیں بھی ذی روح ہوتی ہیں؟ یا کیا مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھ سکتی ہیں؟ کیا وہ روزہ رکھ سکتی ہیں اور مکہ جاکر حج کرسکتی ہیں؟ کیا واقعی عورتوں کو بھی وہ سب (روحانی) فوائد اور مواقع حاصل ہیں جو مردوں کو حاصل ہیں؟ کیا یہ بات صحیح نہیں کہ اسلام کی رو سے جنت میں صرف مرد داخل ہوسکیں گے؟

اوہام اور فراریت کا رجحان

مغرب کے رہنے والے لوگوں میں پھیلے ہوئے ان تصورات کے مطابق مسلمان عورت ایک ایسی ہستی ہے جس کی اپنی کوئی شخصیت نہیں۔ جو سایوں کی دنیا میں رہتی ہے،

کچلی ہوئی اور پسی ہوئی--- اور یہیں سے وہ موت کے بعد ایک قسم کے عالم برزخ یعنی روح سے خالی لاوجودیت کی کیفیت میں منتقل ہو جاتی ہے۔ ماضی میں یہ تصور عیسائی مشنریوں کی جانب سے پھیلایا جاتا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کچھ ایسے ہوں جو اسے فی الواقع صحیح سمجھتے ہوں۔ مغربی ذہن کے اس تصور کے ساتھ ساتھ ایک اور خیال جو تفریح فراہم کرنے والے ذرائع ابلاغ نے پیدا کیا' یہ ہے کہ مسلمان عورت حرم کی ایک رکن کی حیثیت سے الف لیلوی کہانیوں میں مذکورہ ہالی وڈ کے بیانیہ کے مطابق نیم عریاں اور چڑیا جیسی چھپر کھٹوں پر نیم دراز ایسے مواقع کی منتظر رہتی ہے کہ اس کا مالک اور آقا یعنی سلطان اسے ایک نظر دیکھ ہی لے۔

مسلمان عورت کے بارے میں یہ خیالات مغربی ذہن کو بہت زیادہ اپیل کرتے ہیں یعنی پہلے تو ایک پراسرار اور پاکباز نقاب پوش عورت کا تصور جو اپنے حاسد اور ظالم شوہر کی جانب سے ہمیشہ خوف زدہ رہتی ہے' اس کی مثال اس روایتی کنواری کی ہے جو مصیبت میں گرفتار سینٹ جارج کا انتظار کرتی ہے کہ وہ آئے اور اژدھے کو ہلاک کر کے اسے مصیبت سے نجات دلائے' اور دوسرا اس لونڈی کا تصور جو نظروں کو خیرہ کر دینے والے جواہرات سے آراستہ ریشمی لباس میں ملبوس اپنے مالک کی یادوں کے خواب آنکھوں میں سجائے ہمیشہ اس کے انتظار میں گھڑیاں گنتی رہتی ہے۔ مغرب کا کون ایسا مرد ہو گا یا عورت ہو گی جس نے کبھی ایسے خواب نہ دیکھے ہوں' یا خیالوں ہی خیالوں میں اتنے کرداروں میں سے کوئی کردار ادا نہ کیا ہو۔ بلاشبہ یہی وجہ ہے کہ یہ اوہام و خیالات اتنے عرصے سے باقی چلے آ رہے ہیں۔ دراصل لاشعوری طور پر ہم اس امر کا یقین کر لینا چاہتے ہیں کہ ایسی عورتیں موجود ہیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں ہمارے لئے یہ ممکن ہو گا کہ ہم ان عورتوں کے بارے میں خیالی تانے بانے بن سکیں' خواہ لوگوں کے سامنے ہمیں ایسی صورت حال سے بیزاری کا اظہار کرنا پڑے جو عورتوں کی آزادی سے متعلق ہمارے اصولوں کے صریحاً خلاف ہو۔

یہی وہ اوہام و خیالات ہیں جن کے فریب میں ہم مبتلا ہیں' اور جب تک ہم اس فریب

میں مبتلا رہیں گے اور اس کی حقیقت کو تسلیم کرتے رہیں گے یہ ہمارے لئے حقیقت سے گریز کی صورتیں ہی سامنے لاتا رہے گا۔ لیکن اس وقت ہمارا مقصد اسلام میں عورت کے مقام اور مرتبہ سے متعلق حقیقی صورت حال کا جائزہ لینا ہے اور اس امر کی وضاحت کرنا ہے کہ اسلام عورت سے کس قسم کے کردار کی توقع رکھتا ہے۔ اس موضوع پر مستند معلومات کا ذریعہ ظاہر ہے کہ خیالی قصے اور ہالی ووڈ کی تیار کردہ فلمیں نہیں بلکہ اسلام کی اصل بنیادی کتابیں یعنی قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر مشتمل کتابیں ہیں۔ احادیث سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال اور افعال کا مرتب و منظم ذخیرہ ہے (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے نہایت جانفشانی سے برس ہابرس کی مسلسل محنت کے ساتھ جمع کیا)۔

میں اس موقع پر آپ کے علم میں قرآن مجید کی چند ایسی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث لانا چاہتی ہوں جو اسلامی تعلیمات میں عورت کے مقام و مرتبہ اور اس کے حقوق و فرائض سے تعلق رکھتی ہیں۔ میں یہاں ان آیات اور احادیث سے وہ نتائج بھی اخذ کرنے کی کوشش کروں گی جو عورتوں کی زندگی سے متعلق عملاً ان سے نکلتے ہیں یا نکلنے چاہئیں۔ میں اس موقع پر یہ نہیں چاہتی کہ عورت کی حیثیت کے بارے میں ہر ملک میں جو جو تصورات موجود ہیں ان کا انفرادی طور پر الگ الگ جائزہ لوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ممالک میں اسلام سے پہلے جو تہذیبی اثرات کارفرما تھے، ان کے زیر اثر یا اسی طرح جدید ثقافتی عوامل کے تحت جو علاقائی رسوم و رواجات بروئے کار آئے ان کی وجہ سے یہ تصورات ہر دور اور ہر ملک میں ایک دوسرے سے بہت مختلف رہے ہیں۔

روحانی مقام

براہ کرم مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی گفتگو کا آغاز ایسی شہادتوں کے ساتھ کروں جس

سے یہ ظاہر ہو کہ غیر مسلموں کے ذہن میں مسلمان عورتوں کے مقام و مرتبہ کی نسبت جو تصورات پائے جاتے ہیں وہ صحیح نہیں' اور یہ کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق عورتیں ذی روح ہیں کیونکہ جنت میں داخل ہونے اور وہاں قیام کے تجربے کا انحصار روح پر ہے۔ اگر روح نہ ہو تو انسان نہ جنت میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ وہاں قیام کر سکتا ہے۔ قرآن مجید میں قطعیت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ مردوں اور عورتوں میں سے جو شخص بھی اسلامی اصولوں پر عمل کرے گا اسے اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا:

"بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور گڑگڑانے والے مرد اور گڑگڑانے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں' اللہ نے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔" (سورۃ الاحزاب' آیت:۳۵)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"جس نے نیک عمل کیا ' مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو پس ہم اس کو زندگی بخشیں گے (دنیا میں) پاکیزہ زندگی اور ہم ان کو دیں گے ان کا صلہ ان اچھے اعمال کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔" (سورۃ النحل' آیت:۹۷)

اسلام کے جو پانچ ارکان ہیں' یعنی توحید و رسالت کی شہادت دینا' نماز پڑھنا' روزہ رکھنا' زکوۃ دینا اور حج کرنا تو ان میں سے ہر ایک پر عمل کرنا عورتوں کے لئے بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا مردوں کے لئے۔ اسی طرح ان کے اجر میں بھی کوئی فرق نہیں' یعنی نماز پڑھنے والے مردوں کو جتنا اجر ملے گا اتنا ہی عورتوں کو بھی ملے گا' محض عورت ہونے کی وجہ سے ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"بیشک تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔" (سورۃ الحجرات' آیت:۱۳)

ذہنی مقام و مرتبہ

اس حقیقت کو کسی شک و شبہ کے بغیر ثابت کر دینے کے بعد کہ اسلام میں عورتوں اور مردوں کے درمیان مکمل روحانی مساوات پائی جاتی ہے' ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کی رو سے عورتوں کو علمی' ثقافتی اور تعلیمی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ہر مسلمان (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔"

اس کے علاوہ ایک اور حدیث میں کہا گیا ہے:

"علم حاصل کرو ، مہد سے لحد تک!"

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے' اسلامی تعلیمات میں علم کو دنیاوی علم یا دینی علم کے الگ الگ خانوں میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ چنانچہ جدید تعبیرات کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا احادیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی' مرد ہو یا عورت' تعلیم حاصل کرنی چاہئے اور اس سلسلے میں جتنی کوشش کی جا سکتی ہو بروئے کار لانی چاہئے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس سلسلے میں اللہ رب العزت کا یہ ارشاد پاک اپنی نظر میں رکھیں:

"بیشک اللہ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔" (القرآن)

یہی وجہ ہے کہ اسلام کی رائے میں مرد اور عورت دونوں کو اس صلاحیت سے نوازا گیا ہے کہ وہ علم حاصل کریں' حقائق کو سمجھیں اور دوسروں کو تعلیم دیں۔ مسلمانوں کے نزدیک علم حاصل کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ ہمیں ہر وقت اس امر کا احساس رہے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہمیں اپنے اعمال کے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں جواب دہ ہونا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے تحت یہ سمجھا جاتا ہے کہ کوئی آدمی' خواہ وہ مرد ہو یا عورت' کائنات کی تخلیق اور اس کی کارکردگی پر جتنا غور کرے گا اتنا ہی وہ خالق کائنات اور اس طاقت کے بارے میں زیادہ آگاہی حاصل کرے گا جو اسے قائم رکھے ہوئے ہے۔

اسلام کی تاریخ میں جس خاتون نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ خوبی جس کی وجہ سے انہیں یاد رکھا جاتا ہے بنیادی طور پر یہ ہے کہ وہ انتہائی ذہین اور غیر معمولی یادداشت کی مالک تھیں۔ چنانچہ انہیں خوبیوں کی وجہ سے انہیں حدیث کا سب سے زیادہ قابل اعتماد ماخذ سمجھا جاتا ہے۔ حدیث کی معتبر کتابوں میں ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں ایسی ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی ہیں۔ انہی وجوہ کی بناء پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حدیث کے بزرگ ترین اساتذہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

ابتدائی دور کے عالم اسلام میں عورتوں کے علم حاصل کرنے یا تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھنے پر عموماً کوئی پابندی عائد نہ تھی نہ انہیں اس سلسلے میں کسی رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑتا تھا' بلکہ اس کے برعکس صورت حال یہ تھی کہ دینی نقطہ نظر کے مطابق اس امر کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی کہ عورتیں تعلیم حاصل کریں۔ دین کی جانب سے عورتوں کے لئے علمی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سی مسلمان خواتین نے دینی علوم کے محققین' مصنفین' ڈاکٹرز' شعراء اور اساتذہ کی حیثیت سے بڑی شہرت پائی۔ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں نفیسہ رضی اللہ عنہا جو احادیث میں اتنی بڑی سند کا درجہ رکھتی تھیں کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فسطاط کے مقام پر اپنی شہرت کے انتہائی مقام پر فائز ہونے کے باوجود ان کے حلقہ درس میں بیٹھا کرتے تھے۔ اسی طرح شیخ الشہداء بھی نفیسہ رضی اللہ عنہا کی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔ شیخ الشہداء اپنے زمانے میں عالم اسلام کے انتہائی سربرآوردہ علماء میں شامل تھے۔ وہ بغداد کی جامع مساجد میں سے ایک بہت بڑی مسجد

میں ادب، معانی و بیان اور شاعری کے موضوع پر لوگوں کے ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے خطبہ دیا کرتے تھے۔

اسلامی تاریخ میں نفیسہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بھی بہت سی عالم و فاضل خواتین کی مثالیں موجود ہیں جو اساتذہ، شاعرات اور اہل قلم شخصیات کی حیثیت سے نہایت اہم خدمات انجام دیتی رہی ہیں۔ چنانچہ مسلم معاشرے میں انہیں ہمیشہ بڑی عزت و احترام کا مقام حاصل رہا ہے۔ مسلمانوں نے ہمیشہ عورتوں کی پوری پوری حوصلہ افزائی کی کہ وہ اپنی ذہنی اور علمی ترقی کے لئے مطالعہ اور مشاہدہ کے ہر میدان میں اپنی صلاحیت کا لوہا منوا سکتی ہیں۔ وہ معاشرے کی بہتری کے لئے اپنی علمی اور پیشہ ورانہ تربیت کا عمل جاری رکھ سکتی ہیں۔ تاہم اس سلسلے میں انہیں بعض اخلاقی اصولوں کی پابندی کرنی پڑتی تھی، جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

عورت اور مرد کے درمیان تعلقات

اسلام میں عورتوں کو روحانی اور علمی ترقی کی جو آزادی حاصل ہے اور اس سلسلے میں معاشرہ انہیں جس احترام اور عزت کا مستحق ٹھہراتا ہے، اس کی وضاحت کے بعد اب میں مردوں کی نسبت اس کی حیثیت اور ان کے ساتھ تعلقات کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا ذکر کروں گی۔ ہم یہاں عورتوں اور مردوں کے درمیان تعلقات کا جائزہ اس حیثیت سے لے رہے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کا سہارا ہیں، جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم آرام پاؤ ان کے پاس اور تمہاری آپس میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔" (سورۃ الروم، آیت:۲۱)

میاں اور بیوی کے درمیان تعلقات کی یہ ایک انتہائی خوبصورت تعبیر ہے۔ اسلام

میاں اور بیوی دونوں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات اور رہن سہن کے ذریعے سے سکون اور آسودگی حاصل کریں گے۔ وہ نہ صرف جنسی تعلق کی بناء پر ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ رہیں گے بلکہ محبت اور ہمدردی سے مل جل کر زندگی گزاریں گے۔ میاں اور بیوی کے درمیان تعلقات کی یہ کیفیت ظاہر ہے کہ دیکھنے کے اعتبار سے باہمی خیر خواہی' احترام اور محبت پر مبنی احساسات ہی کے ذریعے سے پیدا ہو سکتی ہے۔

بہت سی احادیث' خصوصاً وہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں' ان سے ہمیں واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ بڑی عمدگی اور مہربانی سے پیش آتے تھے اور ازواج مطہرات رضی للہ عنہنؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت ادب واحترام کا برتاؤ کرتی تھیں۔ اپنی ازواج کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات میں ہمیں جو چیز سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی یہ شہادت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں ازواجی تعلقات کا بے حد لحاظ اور احترام کرتے تھے۔ اسی طرح ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے رویہ میں غلامانہ ذہنیت کا قطعاً کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا تھا۔ چنانچہ قریباً جتنے حوالے ہمارے سامنے اس امر کے آتے ہیں کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ایسے کام کرتیں جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں' اتنے ہی حوالے ایسے ملتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو خوش کرنے کے لئے بہت سے کام کرتے اور ان کی دلجوئی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ قرآن مجید نے میاں بیوی کے تعلقات کی نوعیت کو واضح کرتے ہوئے ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

"وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو" (سورۃ البقرہ' آیت:۱۸۷)

دوسرے الفاظ میں جس طرح لباس کے استعمال سے انسان کو راحت' سردی' گرمی سے بچاؤ اور زینت حاصل ہوتی ہے' اسی طرح میاں بیوی دونوں باہمی تعلقات کے ذریعے

سے ایک دوسرے کے لئے بے تکلفی' راحت اور حفاظت کے حصول کا ذریعہ بنتے ہیں' جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ بدکاری اور اسی طرح دوسرے معاشرتی جرائم کے ارتکاب سے بچے رہتے ہیں۔

قرآن مجید کی جو آیات یہاں نقل کی گئی ہیں ان کے مطالعہ سے ہمارے سامنے یہ چیز آتی ہے کہ اسلام میں انسانی رویوں اور تعلقات کی تنظیم کا اہم مقصد خاندان کے ادارے کا اس طرح تحفظ کرنا ہے کہ اس میں اطمینان و آسودگی' محبت اور خیر خواہی کی فضا' نیز اللہ تعالیٰ کے خوف کا احساس بڑھے اور ترقی کرے تاکہ میاں بیوی اور ان کے پیدا ہونے والے بچے اس صورت حال سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔

معاشرے میں عورتوں اور مردوں سے نکاح کی حدود کے اندر اور باہر ایک دوسرے کے بارے میں جو طرز عمل اختیار کرنے کی توقع کی جاتی ہے' اس کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں ان مقاصد کو ذہن میں رکھنا چاہئے اور فرد اور معاشرے کی بہبود کے لئے ان کی قدر و قیمت کا اندازہ ضرور کیا جانا چاہئے۔ ہمیں یہ حقیقت بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اسلام پوری زندگی کو ایک مربوط یونٹ خیال کرتا ہے۔ چنانچہ وہ سمجھتا ہے کہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ انہیں ایک دوسرے سے الگ کرکے نہیں لیا جانا چاہئے۔ اسلام زندگی کا ایک کلی ضابطہ رکھتا ہے اور اس کے ہر حصے کو ایک کلی تناظر میں دیکھا جانا چاہئے۔

مسلم معاشرے میں عورت کے کردار کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم نہ صرف اس کے حقوق کا جائزہ لیں بلکہ اس کی ذمہ داریوں کو بھی سامنے رکھیں' نیز یہ بھی دیکھیں کہ مردوں کے بارے میں اس سے کس قسم کے طرز عمل کی توقع رکھی جاتی ہے اور یہ کہ دوسری طرف مردوں سے کیا توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ عورتوں کے بارے میں کس قسم کے طرز عمل کا مظاہرہ کریں۔

حقوق اور ذمہ داریاں

مناسب ہو گا کہ ہم سب سے پہلے اس امر کا جائزہ لیں کہ عورتوں کے حوالے سے مردوں پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟ قرآن کہتا ہے:

"عورتوں کی کفالت مردوں کی ذمہ داری ہے بسبب اس کے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر بزرگی دی اور بسبب اس کے جو وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں میں سے....."
(سورۃ النساء' آیت: ۳۴)

گویا اسلامی معاشرے میں کلی طور پر یہ مردوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے خاندانوں کی پوری پوری کفالت کریں اور یہ ذمہ داری صرف اخلاقی ذمہ داری نہیں بلکہ قانونی ذمہ داری بھی ہے۔ اگر کوئی عورت کچھ کماتی ہے تو وہ اس کا اپنا مال ہے' جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق جس طرح چاہے خرچ کر سکتی ہے' وہ اسے کلی طور پر اپنے ذاتی استعمال میں بھی لا سکتی ہے اور چاہے تو خاندان کے بجٹ کو متوازن رکھنے کے لئے اس میں بھی شامل کر سکتی ہے۔

بیوی اپنے گھر کی دیکھ بھال اور اپنے خاندان کی فلاح و بہبود کی ذاتی طور پر ذمہ دار ہے۔ وہ گھر کے ہر معاملے میں اپنا مشورہ دے سکتی ہے اور اپنی رائے ظاہر کر سکتی ہے' لیکن نکاح کے بندھن کو استوار اور مضبوط رکھنے کے لئے جو بہترین کردار وہ ادا کر سکتی ہے وہ اپنے شوہر کے بارے میں اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہے کہ خاندان کے معاملات کو چلانا تنہا اسی کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا بیوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ خاوند کی اطاعت کرے' خواہ اس کے فیصلے اس کے لئے قابل قبول ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح خاوند کے لئے جو بات ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں شرعی حدود سے تجاوز نہ کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو بیوی پر اس کی اطاعت واجب نہ ہو گی۔ اسلام میں نکاح کے حوالے سے تابعداری کا یہی مفہوم ہے۔ یہ خاندان کے سربراہ کی حیثیت سے خاوند کے کردار کو تسلیم کرنے کی ایک صورت ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ میاں اور بیوی دونوں

شریعت کے قانون کے وفادار رہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"سب سے اچھی عورت وہ ہے جسے تم دیکھو تو خوش ہو جاؤ' اور جب تم اسے کسی کام کے لئے کہو تو وہ تمہاری ہدایت پر عمل کرے۔ وہ تمہارے حقوق کی حفاظت کرے اور تمہاری غیر موجودگی میں اپنے آپ کو بچا کر رکھے!"

اسلامی تعلیمات کے مطابق مرد سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کا خیال رکھے اور اس کے اور دوسری تمام عورتوں کے احساسات کو ٹھیس نہ پہنچنے دے' کیونکہ وہ معاشرے کی کمزور صنف سے تعلق رکھتی ہیں۔ مردانگی (Chivalry) کا تصور پیدا ہی ابتدائی دور کے مسلم معاشرے میں ہوا۔ بہت سے محققین اور دانشور یہ رائے رکھتے ہیں کہ قرون وسطیٰ کے فرانسیسی غزل گو شعراء کے زمانے میں مردانگی کا یہ تصور مسلمانوں سے یورپ میں منتقل ہوا۔

گزشتہ پچاس سال کے عرصے میں مردانگی (Chivalry) کا یہ تصور بہت سے صدمات سے بھی دوچار ہوا' کیونکہ یہ موجودہ دور کے اس رجحان کے خلاف ہے کہ مصائب اور مشقتوں سے بھری اس دنیا میں عورتوں کو بھی اسی طرح اپنی روزی حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کرنی چاہئے جیسے مرد کرتے ہیں۔ اس معاملے میں مسلمانوں کی رائے یہ ہے کہ روزی کمانے کی اس جدوجہد اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات و مصائب سے خواتین کو دور رہنا چاہئے تاکہ وہ اپنی توجہ گھر کو امن و عافیت کا گہوارہ اور پر سکون بنانے پر مبذول رکھ سکیں۔

خاوند کی خوشی اور بچوں کی جسمانی اور روحانی ترقی کے لئے گھر میں مسلمانوں عورت کا کردار اتنا اہم ہے کہ اسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ گھر میں عورت کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا خاندان اپنی زندگی پر سکون اور خوشگوار ماحول میں گزارے کیونکہ گھر تحفظ اور امن کی جگہ ہوتی ہے۔ گھر کا ایسا ماحول' اور عورت نے اپنے بچوں کو کردار سازی کی

جو تربیت دی ہوتی ہو' وہ آئندہ نسل کے رویہ اور طرز عمل پر دیرپا اثر چھوڑتی ہے جب کہ وہ عنفوان شباب اور جوانی کی حدود میں داخل ہوتے ہیں۔ عربی زبان کی ایک مشہور کہاوت ہے کہ: "الام مدرستہ" یعنی ماں کی گود تعلیم کا گہوارہ ہے۔ عربی کی یہ کہاوت عورت کے اس کردار کی اہمیت کی نہایت عمدگی کے ساتھ ہمارے سامنے اجاگر کرتی ہے۔

اسلامی معاشرے میں شادی بیاہ کا تصور

اب ہم اسلامی معاشرے میں شادی بیاہ کے طریقوں پر گفتگو کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی لڑکی شادی بیاہ کی عمر کو پہنچتی ہے تو والدین اس کے لئے خاوند کے انتخاب میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ لڑکی سے مشورہ کیا جائے۔ روایات میں آیا ہے کہ جب ایک لڑکی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کی کہ میرا نکاح مجھ سے پوچھے بغیر کر دیا گیا ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی کہ اگر تو چاہے تو اپنا نکاح منسوخ کر سکتی ہے۔

آج کل مسلمانوں میں تعلیم یافتہ لڑکیاں اپنے خاوند کے انتخاب میں زیادہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کر رہی ہیں۔ تاہم ابھی تک یہ خیال پایا جاتا ہے کہ لڑکے کے بارے میں والدین کی رائے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے' اور ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی لڑکا یا لڑکی اپنے والدین کی مرضی کے خلاف شادی کرے۔ یہ بات مسلمانوں کی روایات میں شامل ہے کہ لڑکا ہو یا لڑکی وہ اپنے والدین یا ولی کی مرضی کے خلاف شادی نہیں کر سکتی۔

تاہم بیوہ یا مطلقہ عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جس سے چاہے شادی کرے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ اب اسے اتنی پختگی اور تجربہ حاصل ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے بارے میں خود فیصلہ کر سکتی ہے۔

جب کسی لڑکی یا عورت کا نکاح ہو تو انعقاد نکاح کیلئے ضروری ہے کہ دولہا اپنی بیوی کو مہر ادا کرے' جس کی مالیت یا نوعیت کوئی بھی ایسی چیز ہو سکتی ہے جس پر فریقین کا اتفاق ہو۔

یہ مہر اس طرح کا مہر نہیں جیسا پرانے زمانے کے یورپ میں لڑکی کا باپ اپنی بیٹی کو دیتا تھا اور جو شادی کے بعد لڑکے کی ملکیت قرار پاتا تھا' نہ مسلمان خاوند کی طرف سے اپنی بیوی کو دیا جانے والا یہ مہر اس طرح کی کوئی چیز ہے جیسی افریقی ممالک میں دی جاتی ہے اور جسے "برائڈ پرائس" (دلہن کی قیمت) کہا جاتا ہے۔ افریقی ممالک میں دی جانے والی یہ "دلہن کی قیمت" ایک طرح کی ادائیگی ہوتی ہے' جو معاوضہ کے طور پر دولہا کی جانب سے دلہن کے والد کو دی جاتی ہے۔ مسلمانوں میں دیا جانے والا مہر ایک تحفہ ہوتا ہے جو دولہا کی جانب سے دلہن کو پیش کیا جاتا ہے اور کلی طور پر اسی کی ملکیت ہوتا ہے (اگر بعد میں عورت کو طلاق دے دی جائے تو اس صورت میں بھی وہ اسی کی ملکیت میں رہتا ہے) البتہ اگر عورت خود خلع کا مطالبہ کرے تو اس صورت میں اسے اپنا وصول کردہ پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ' جس کا مطالبہ کیا جائے' واپس کرنا پڑے گا۔ خلع یہ ہے کہ خاوند' بیوی کے مطالبے پر اسے طلاق دے۔

خاوند کے اپنی بیوی سے تعلقات خوشگوار ہوں یا نہ ہوں' دونوں صورتوں میں اس سے جس قسم کے رویئے کی توقع رکھی جاتی ہے اس کی وضاحت قرآن مجید کے مندرجہ ذیل الفاظ میں کر دی گئی ہے:

"اور گزران کرو ان کے ساتھ دستور (عمدگی) کے مطابق' پھر اگر تم انہیں ناپسند کرو تو کچھ بعید نہیں کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے" (سورۃ النساء' آیت:۱۹)

ایک اور اہم فائدہ جو اسلامی معاشرے میں عورتوں کو حاصل ہے یہ ہے کہ یہاں اخلاقی دائرے میں کوئی دوہرا معیار موجود نہیں۔ پوری دنیا میں مردوں کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو ایسے افعال کی وجہ سے موردالزام ٹھہراتے ہیں جو اگر خود کریں تو اس میں کوئی برائی نہیں سمجھتے۔ قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ مردوں سے بھی اسی اعلیٰ اخلاقی چال چلن کی توقع رکھتے ہیں جس کی توقع شرعاً

عورتوں سے کی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی مرد اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی کرے تو اس کے لئے بھی وہی قانونی سزا مقرر ہے جو ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والی عورت کے لئے مقرر ہے (اس چیز کی وضاحت زیر نظر مقالے میں آئندہ باقاعدہ مثالیں دے کر کی جائے گی)۔ یہاں تک کہ اگر میاں بیوی آپس میں محبت اور اتفاق واتحاد کے ساتھ نہ رہ سکیں اور نوبت طلاق تک پہنچ جائے تو اس صورت میں بھی شریعت فریقین سے اسی اعلیٰ رویہ کی توقع رکھتی ہے جس کی جانب اس سے پہلے اشارہ کیا گیا۔

قرآن مجید میں کہا گیا ہے:

"پھر روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے نیکی کے ساتھ اور نہیں جائز تمہارے لئے لے لینا اس میں سے جو دیا تم نے ان کو...." (سورۃ البقرہ' آیت:۲۲۹)

اس طرح مہر یا کوئی اور تحفہ جو خاوند نے بیوی کو دیا ہو اسے واپس نہیں لیا جا سکتا۔ قرآن یہ بھی کہتا ہے:

"اور جب عورتوں کو طلاق دے چکو' پھر وہ پہنچ جائیں اپنی عدت کو تو انہیں روک لو حسن سلوک سے یا چھوڑ دو انہیں دستور کے مطابق اور ان کو نہ روکے رہو تکلیف دینے کو تاکہ تم سختی کرو اور جو ایسا کرے گا تو وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا...." (سورۃ البقرہ' آیت:۲۳۱)

اسلام میں بیویوں اور افراد خاندان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا دینی فریضہ ہے' چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"وہ لوگ مومن ہیں جو طبعاً مہربان ہوں اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ سب سے زیادہ مشفقانہ سلوک کریں۔ ایسے لوگ وہ ہیں جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ان کا ایمان پختہ ہے' وہ پکے مسلمان ہیں۔"

ایک اور حدیث کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک

کرتے ہیں۔"

اسلام میں طلاق کی اجازت صرف اس صورت میں ہے جب اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اللہ کے نزدیک جائز کاموں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ کام طلاق دینا ہے۔"

طلاق

اسلام میں طلاق دینے کا جو طریق کار ہے وہ ایسا ہے جس سے، جہاں کہیں ممکن ہو، آپس میں مصالحت اور ہم آہنگی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ طلاق کے بعد عورت کو حکم ہے کہ وہ تین حیض تک عدت کے دن پورے کرے۔ اس عرصے میں اس کا خاوند اس کی فلاح و بہبود اور نان و نفقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ان دنوں میں اسے یہ اجازت نہیں ہوتی کہ اپنی بیوی کو گھر سے نکال دے۔ ہاں، اگر وہ خود وہاں نہ رہنا چاہے تو اسے چھوڑ کر جا سکتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق عدت کے یہ دن گزارنے کا بنیادی مقصد اس امر کا یقین حاصل کرنا ہے کہ آیا عورت حمل سے ہے یا نہیں؟ اس کا ایک اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس عرصے میں مرد اور عورت کے جذبات میں اشتعال کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے اور فریقین کے رشتہ داروں اور خاندان یا برادری کے دیگر افراد کے لئے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ فریقین کے درمیان دیرپا مفاہمت اور مصالحت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن کہتا ہے:

"اور اگر تم کو ان دونوں میاں بیوی کے درمیان مخالفت کا خوف ہے تو ایک منصف مرد کے کنبہ والوں میں سے اور ایک منصف عورت کے کنبہ والوں میں سے مقرر کرو۔ اگر وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں تو اللہ ان دونوں میں موافقت پیدا کردے گا۔" (سورۃ النساء، آیت:۳۵)

اس دوران میں اگر میاں اور بیوی کے درمیان مصالحت ہو جائے تو وہ عدت گزرنے سے پہلے پہلے کسی وقت بھی ازدواجی تعلقات دوبارہ قائم کر سکتے ہیں۔ ازدواجی تعلقات قائم

ہو جانے کی صورت میں طلاق خود بخود غیر موثر ہو جاتی ہے۔

اگر میاں بیوی کے درمیان دوبارہ گڑبڑ پیدا ہو جائے اور خاوند دوبارہ طلاق دے دے تو اس صورت میں پھر پہلے والا طریق کار اختیار کیا جائے گا۔ لیکن اگر معاملات یہاں تک پہنچ جائیں کہ میاں تیسری طلاق دے دے تو اس صورت میں طلاق بائن واقع ہو جائے گی یعنی اب بیوی خاوند کے لئے حرام ہو جائے گی۔ چنانچہ اب وہ اس کی طرف رجوع نہ کر سکے گا اور عورت آزاد ہو گی کہ چاہے تو عدت گزرنے پر کسی اور مرد سے نکاح کر لے۔ اس صورت میں پہلے خاوند کو یہ اجازت نہ ہو گی کہ اس سے دوبارہ نکاج کرے' الا یہ کہ عورت کسی اور مرد سے نکاح کرے اور وہ اسے طلاق دے دے۔

طلاق کے سلسلے میں معمول کا یہ طریق کار اس صورت میں اختیار کیا جائے گا جب کہ خاوند اپنی مرضی سے طلاق دے یا دونوں فریقوں کی باہمی رضامندی سے طلاق واقع ہو۔ لیکن اگر بیوی خاوند کی مرضی کے بغیر طلاق لینا چاہے تو وہ اپنا معاملہ عدالت میں پیش کر کے طلاق لے سکتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے' جس میں کہا گیا ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: "یارسول اللہ! میرا خاوند ایک بھلا آدمی ہے' مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں لیکن میں اسے قطعاً پسند نہیں کرتی اور کسی صورت میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔"

یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے خاوند کو اس کا وہ باغ واپس کر دو جو اس نے بطور مہر تمہیں دیا تھا۔" اس طریق کار کو اللہ تعالیٰ نے بھی پسند فرمایا' چنانچہ ارشاد ہوا:

"پھر اگر تم کو خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اس میں کہ عورت معاوضہ دے کر پلہ پاک کرا لے...." (سورۃ البقرہ' آیت:۲۲۹)

اس موقع پر یہ بات یاد دلانا مناسب ہو گا کہ انگلستان اور دیگر یورپی ممالک کے شادی بیاہ سے متعلق قوانین میں جو نئی تبدیلیاں بروئے کار آ رہی ہیں ان میں' خواہ بے ارادہ سہی' اکثر صورتوں میں اسلامی خطوط کی طرف پیش قدمی کا رجحان نمایاں ہے[1] جس کے تحت یہ ضروری سمجھا جا رہا ہے کہ میاں بیوی طلاق دینے سے پہلے رہنمائی حاصل کریں اور مشورہ کریں۔ اس سلسلے میں اب یہ امر بھی ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ طلاق سے متعلق کارروائی کو خفیہ رکھا جائے اور جب یہ بات محقق ہو جائے کہ نکاح کا بندھن اس طرح ٹوٹ چکا ہے کہ اب اس کی تلافی ممکن نہیں تو طلاق کا عمل مکمل کرنے میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔

اسلامی قانون یہ نہیں چاہتا کہ جو میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے سے خوش نہ ہوں وہ خواہ مخواہ مل جل کر رہیں۔ چنانچہ اس نے طلاق کا جو طریق کار تجویز کیا ہے وہ ایسا ہے جس سے میاں بیوی کو ایسی بنیادیں تلاش کرنے میں مدد ملتی ہے جس کے ذریعے سے وہ باہمی مصالحت اور مفاہمت کی قدروں کو اپنا کر پر سکون ازدواجی زندگی بسر کر سکیں۔ اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت کا عمل بروئے کار آنا ناممکن ہو جائے تو قانون فریقین میں سے کسی کے راستے میں بھی ایسی غیر ضروری رکاوٹیں کھڑی نہیں کرتا جن کی وجہ سے اس کے لئے دوسری شادی کرنے میں تاخیر ہو یا ایسا کرنا ممکن نہ رہے۔

وراثت کا حق

مسلم معاشرے میں مسلمان عورت کا ایک اور حق' جو اسلامی قانون کا حصہ ہے' جائداد میں وراثت کا حق ہے۔ قرآن مجید میں جائداد کی تقسیم کا فارمولا واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اس معاملے میں عام اصول یہ ہے کہ مرد کو جتنا حصہ ملے گا عورت کو اس کا آدھا ملے گا۔ اس قانون کو اگر ہم دوسرے قوانین سے الگ کر کے دیکھیں تو محسوس ہو گا کہ یہ انصاف پر مبنی نہیں۔ لہٰذا ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق جو اس

سے پہلے پیش کی جا چکی ہے، گھر کی تمام عورتوں اور بچوں کو نان و نفقہ فراہم کرنے کی ذمہ داری مردوں کے سر پر ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ انہیں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کیلئے جو اخراجات اٹھانے پڑتے ہیں وہ ان سے بہت زیادہ ہیں جو عورتوں کو اٹھانے پڑتے ہیں۔ اگر ہم اس نقطہ نظر سے دیکھیں تو عورت کو جو آدھا حصہ ملتا ہے اسے بڑا فراخ دلانہ سمجھا جائے گا، کیونکہ وہ صرف اسی کا ہوتا ہے۔ نیز ایسی کوئی رقم یا جائداد جو عورت کی ملکیت ہو یا کوئی کاروبار جسے عورت چلاتی ہو، وہ کلی طور پر اسی کا ہوتا ہے، خاوند کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

ماں کی حیثیت سے عورت کا کردار

بیوی کی حیثیت سے عورت کا جو کردار ہوتا ہے اس کے علاوہ مسلمان عورت ایک اور اہم کردار ماں کی حیثیت سے ادا کرتی ہے۔ عالم اسلام میں ماں باپ کو جو اہم مقام و مرتبہ حاصل ہے اور ان سے متعلق جو اعلیٰ اقدار اسلامی معاشرے میں رائج ہیں ان کی اہمیت کو کسی طرح کم نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

"اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا کہ نہ عبادت کرو مگر اس کی اور ماں باپ سے بھلائی کرو۔ اگر تمہارے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کو اف تک نہ کہو اور نہ جھڑکو ان کو، ان سے ادب کی بات کہو اور جھکاؤ ان کے لئے بازو انکساری کا مہربانی سے اور دعا کرو کہ اے رب! ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میری بچپنے میں پرورش کی۔" (سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۲۳، ۲۴)

قرآن مجید میں مزید کہا گیا ہے:

"اور ہم نے انسان کو وصیت کی اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے کی۔ اٹھائے رکھا اس کو اس کی ماں نے ضعف پر ضعف پا کر اور اس کا دودھ چھڑایا ہے دو سال میں کہ شکر کر میرا اور اپنے والدین کا، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔" (سورہ لقمان، آیت: ۱۴)

روایات میں آیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: "یارسول اللہ! لوگوں میں میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیری ماں!" اس نے پھر پوچھا: "اس کے بعد کون؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیری ماں۔" اس نے پھر پوچھا: "اس کے بعد کون؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیری ماں۔" اس نے پوچھا: "اس کے بعد کون؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: "تیرا باپ اور پھر وہ جو رشتے میں تجھ سے سب سے زیادہ قریب ہو۔"

ایک اور حدیث کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت ان لوگوں کا انتظار کر رہی ہے جو اپنی ماں سے محبت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ احترام سے پیش آتے ہیں۔

اسلام کی ان تعلیمات کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان عورت اپنے بڑھاپے کے دور میں اپنے بچوں سے ایسی محبت، دیکھ بھال اور توجہ کی توقع رکھتی ہے جس سے اس کے اندر احساس تحفظ اور اعتماد پیدا ہو، جیسا کہ قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسلام میں ماں باپ کی شکرگزاری کو اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے ماں باپ میں سے کسی کا بھی واجبی شکر ادا کرنے میں ناکام رہتا ہے تو وہ اپنے دینی فرائض میں سے ایک بڑا دینی فریضہ ادا کرنے میں ناکام رہتا ہے۔

قرآن اور حدیث میں اسلام کے جو اصول بیان کئے گئے ہیں ان میں صحیح عقیدہ رکھنا اور اچھے اعمال بجالانا شامل ہے اور اچھے اعمال کا آغاز انسان کے اپنے گھر سے اور اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنے سے ہوتا ہے۔ مغربی ممالک میں رہنے والا ہر ایسا شخص جسے کسی مسلمان معاشرے کے ساتھ قریبی رابطہ رکھنے کا موقع ملا ہو یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مسلمانوں میں والدین کے ساتھ کتنی محبت اور احترام کا

سلوک کیا جاتا ہے اور بڑے بوڑھوں کی کتنی عزت کی جاتی ہے۔ بڑے بوڑھے خواہ اپنے عزیز رشتہ دار ہوں یا خاندان سے باہر کے لوگ، مسلم ہوں یا غیر مسلم، مرد ہوں یا عورتیں سب کے ساتھ دلی عزت اور احترام کا سلوک کرنا مسلمانوں کے اخلاق کی ایک نمایاں صفت ہے، کیونکہ اسلام کے پیش کردہ اصولوں پر عمل درآمد کا صحیح طریقہ یہی ہے۔

انسان کے جنسی جذبات اور معاشرہ

اب تک ہم نے اس امر پر بحث کی ہے کہ اپنے خاوند اور بچوں کے حوالے سے مسلم معاشرے میں عورت کا حقیقی مقام اور مرتبہ کیا ہے، آئندہ ہم اس طرز عمل کو زیر غور لائیں گے جو مسلمان عورتیں اپنے خاوندوں اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے ساتھ رہن سہن میں اختیار کرتی ہیں۔ یہ وہ صورت حال ہے جس کے بارے میں مسلمانوں کے طرز عمل اور مغربی دنیا میں رائج رسوم و رواجات میں بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ مغربی معاشرے میں نکاح کے دائرے سے باہر جنسی تعلقات اگرچہ آج بھی کم از کم نظریاتی طور پر گناہ یا ناپسندیدہ خیال کئے جاتے ہیں لیکن عملاً نکاح سے پہلے یا نکاح سے زائد (ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری عورت سے چوری چھپے) جنسی تعلقات کے وسیع دائرے کو محدود کرنے کے لئے قطعاً کوئی اقدامات نہیں کئے جاتے، بلکہ ایسی روش اب وہاں جائز کا درجہ پا چکی ہے۔ حالانکہ ایسے تعلقات کے نتیجے میں ناجائز بچوں کی پیدائش اور جنسی بیماریوں کی شرح میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے، بلکہ حقیقی صورت حال تو یہ ہے کہ فلموں، ٹیلی وژن اور اخبارات کے بعض حلقوں میں شادی سے پہلے جنسی تجربے کو پسندیدہ اور نکاح کے دائرے سے باہر جنسی عمل کو معمول کی کارروائی سمجھا جاتا ہے اور اس طرح کے جنسی تعلقات کے ناپسندیدہ نتائج سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اسقاط حمل یا مانع حمل ذرائع کا استعمال بالکل معمولی بات خیال کی جاتی ہے۔

اس کھلی بے راہ روی کے برعکس اسلام نکاح سے باہر جنسی تعلقات کے رجحان کو کم

کرنے کے لئے متعدد واضح ذرائع استعمال کرتا ہے اور کسی حال میں اس اخلاقی کجروی کی اجازت نہیں دیتا۔

اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو ہدایت کی ہے کہ تم میں سے جو لوگ نکاح کر سکتے ہوں وہ نکاح ضرور کریں' تاکہ ان کی فطری جنسی خواہش کی تسکین کے لئے جائز قانونی سہولت مہیا ہو۔

دوسرے یہ کہ اسلام میں محدود پیمانے پر تعدد ازدواج کی جو اجازت دی گئی ہے اس کی وجہ سے بھی اب اسلامی معاشرے میں اس امر کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی کہ کچھ عورتیں غیر شادی شدہ رہنے پر مجبور ہوں۔

تیسرے یہ کہ قرآن میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جب وہ لوگوں کے سامنے آئیں تو ایسا سادہ لباس پہن کر آئیں جو لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کروانے والا نہ ہو۔

چوتھی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا معاشرتی رہن سہن اس قسم کا ہے کہ اس میں نہ کوئی کسی کا بوائے فرینڈ ہوتا ہے' نہ گرل فرینڈ۔ نوجوان اپنے بھائی بہنوں کے علاوہ قریبی رشتہ داروں میں بھی مخالف جنس کے افراد کے ساتھ مل جل کر نہیں رہتے۔ مسلمانوں میں مردوں اور عورتوں کی نہ مشترکہ تقریبات ہوتی ہیں اور نہ مرد اور عورت مل جل کر ناچتے اور گاتے ہیں بلکہ انہیں انفرادی طور پر بھی ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ نہ کوئی شراب پیتا ہے اور نہ کوئی نشہ آور دوا یا مرکب استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں میں مغربی طرز زندگی کے وہ مختلف انداز اور رہن سہن کے ایسے طریقے بھی رائج نہیں جن کی وجہ سے لڑکے لڑکیوں کو ایسے مواقع میسر آتے ہیں کہ نکاح سے پہلے یا نکاح کے باہر جنسی تعلقات قائم کرنا ان کے لئے آسان ہو جائے۔

مسلمانوں میں معاشرتی' تفریحی تقریبات یا تو صرف خاندان کے افراد یا خاندان کے قریبی دوست احباب کے درمیان منعقد ہوتی ہیں یا پھر مرد اور عورتیں علیحدہ علیحدہ ایسی تقریبات میں شرکت کرتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ اسلامی قانون میں نکاح کے بغیر جنسی تعلقات کے قیام کو نہ صرف گناہ سمجھا جاتا ہے' بلکہ یہ ایسا ہی ایک سنگین جرم ہے جیسا چوری یا قتل کا جرم۔ اس جرم کے ارتکاب پر اسلامی قانون میں سخت سزا دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں سزا کے نفاذ پر عورت اور مرد کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا۔ عورت اگر زنا کا ارتکاب کرے تو اس کے لئے بھی قانوناً وہی سزا مقرر ہے جو مرد کے لئے مقرر ہے۔ چونکہ انسان میں فطری طور پر یہ جذبہ پایا جاتا ہے کہ وہ جنس کے معاملے میں جائز حدود کا خیال نہیں رکھتا' لہٰذا اسلام نے زنا کی سزا ایسی مقرر کی ہے جو اپنے اثرات کے لحاظ سے بڑی سخت اور برائی سے روک دینے والی ہے۔

اب میں چند اہم نکات کے بارے میں ذرا تفصیل سے بات کروں گی' کیونکہ یہ مسلمان عورت کی طرز زندگی سے بڑا گہرا تعلق رکھتے ہیں:

لباس

اس معاملے میں سب سے پہلی چیز لباس ہے۔ جہاں تک لباس کا تعلق ہے' مسلمان عورت کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے خاوند' اپنے اہل خاندان اور اپنی سہیلیوں کے سامنے جو چاہے لباس پہن کر آئے۔ البتہ وہ لباس بھی ستر ڈھانپنے والا ہو لیکن اگر اسے گھر سے باہر یا ایسی جگہوں پر جانا ہو جہاں اس کے شوہر اور قریبی خاندانی رشتہ داروں کے علاوہ اور لوگ بھی موجود ہوں تو ایسی صورت میں اس سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ ایسا لباس پہنے جس سے اس کا پورا جسم ڈھک جائے اور اس کی ساخت نمایاں نہ ہو۔ کتنا فرق ہے اس لباس میں اور مغرب کے فیشنی لباسوں میں جن کی تراش خراش بارادہ ایسی رکھی جاتی ہے جس سے ہر روز عورت کے جسم کا ایک دوسرا حصہ نمایاں ہوتا ہے' جو لوگوں کی نظروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں ہم یہ دیکھتے رہے ہیں کہ لڑکیوں کے مختصر لباسوں یعنی مائکرو سکرٹ (Micro Skirt) ویٹ لک (Wet Look)' ہاٹ پینٹس (Hot Pants) سی

تھرو (See thru) ٹاپ لیس (Topless) اور دیگر ملبوسات میں کیا کمی بیشی اور اتار چڑھاؤ آتے رہے ہیں' جو اس طرح ڈیزائن کئے جاتے ہیں کہ عورت کے جسم کے دلکش حصے نمایاں ہوں اور اس کی جنسی کشش میں اضافہ ہو۔ اسی طرح کا رجحان اب کچھ عرصے سے مردوں کے لباس میں بھی نظر آ رہا ہے' جو انسان کے جسم سے بالکل چپک کر رہ جاتا ہے۔ تاہم مردوں کا لباس تیار کرنے والے اب وقتی طور پر ایک مقام پر آ کر رک گئے ہیں تاکہ لوگ اپنی نفسیاتی رکاوٹوں سے کم از کم اس حد تک آزاد ہو جائیں کہ وہ ٹاپ لیس اور سی تھرو پتلونیں پہننے پر آمادہ ہو جائیں' جو خوش قسمتی سے ابھی تک عوام میں مقبول نہیں۔

مغرب میں لباس اس طرح تیار کیا جاتا ہے کہ عورت کے جسم کا ہر ہر عضو نمایاں ہو' جب کہ مسلمان ایسا لباس پہنتے ہیں جس سے جسم کے خدوخال ڈھکے رہیں۔ کم از کم عوام میں تو عورتیں ایسا لباس پہن کر آئیں جس میں ان کے جسم کے نشیب و فراز نمایاں نہ ہوں۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے:

"اے نبی! کہہ دیجئے اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ اپنے اوپر سے کچھ اپنی چادریں لٹکا لیا کریں' یہ بات زیادہ قریب ہے اس سے کہ وہ پہچانی جائیں' پس انہیں ایذا نہ پہنچائی جائے۔" (سورۃ الاحزاب' آیت:۵۹)

لہٰذا مسلمان عورت سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ جب وہ گھر سے باہر نکلے تو ایسا لباس پہنے جو اس کے جسم کو سر سے پاؤں تک ڈھانپ لے تاکہ اس کی ساخت نمایاں نہ ہو۔ بعض علماء کے نزدیک صرف ہاتھوں اور چہرے کو کھلا رکھا جا سکتا ہے جب کہ اکثر علماء یہ سمجھتے ہیں کہ چہرے کو بھی چھپانا چاہئے' اسے کھلا رکھنے کی اجازت نہیں۔ امت کے علماء کی بہت بڑی اکثریت احادیث کی روشنی میں چہرے کو بھی پردہ میں شامل کرنا ضروری سمجھتی ہے۔

تاہم اسلامی تعلیمات کے مطابق شرم و حیاء پر مبنی طرز عمل اختیار کرنے کی ذمہ داری صرف عورتوں پر عائد نہیں ہوتی۔ اس معاملے میں قرآن مجید کے جو احکام ہیں وہ عورتوں اور مردوں دونوں سے یکساں تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"کہہ دیجئے مسلمان مردوں سے کہ نیچی کرلیں اپنی نگاہیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں' یہی بات زیادہ پاکیزہ ہے ان کے لئے' بیشک اللہ خوب واقف ہے اس سے جو وہ کرتے ہیں۔ اور کہہ دیجئے مسلمان عورتوں سے کہ وہ نیچی کرلیں اپنی نظریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت مگر جو کھلی ہو اس میں سے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت مگر اپنے خاوندوں پر...." (سورۃ النور' آیت:۳۰'۳۱)

کردار کا فرق

ایسے دیگر اقدامات جن کا مقصد گھریلو زندگی میں استحکام پیدا کرنا ہے' ان میں سے ایک عورت کی مردوں سے علیحدگی ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی وہ آیت جس پر عورتوں کی علیحدگی کے حامی اپنے طرز فکر کی بنیاد رکھتے ہیں یہ ہے کہ:

"اے ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم کسی اور عورت کی طرح نہیں ہو۔اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو (نامحرم سے) دھیمی بات نہ کرو کہ وہ شخص توقع کرنے لگے جس کے دل میں مرض ہے۔ اور تم معقول بات کہو اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور زمانہ جاہلیت قدیم کی طرح زیب و زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو۔ بیشک اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کردے' اے اہل بیت (نبی) اور پاک کردے تمہیں پوری طرح پاک کرنا۔" (سورۃ الاحزاب' آیت:۳۲'۳۳)

اگرچہ لفظی طور پر قرآن مجید کی ان آیات کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ہے اور بعض علماء کی رائے ہے کہ ان آیات میں جو حکم دیا گیا ہے اس کا اطلاق انہی پر ہوتا ہے' لیکن بعض فقہاء کی رائے ہے کہ ان احکام کا اطلاق مسلمانوں کی تمام عورتوں پر ہوتا ہے۔ مسلم ممالک میں عموماً اسی رائے کو اختیار کیا گیا

ہے اور اسی پر عمل ہوتا ہے۔ وہاں عورتیں عموماً گھروں میں رہتی ہیں اور صرف انتہائی ضرورت کی صورت میں باہر نکلتی ہیں۔

جو لوگ اس نقطہ نظر کے حامی ہیں وہ قرآن مجید کی ان دوسری آیات کو پیش نظر رکھتے ہیں جن میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جب وہ باہر جائیں تو اپنے جسموں کو ڈھانپ لیں' اور جن میں عورت اور مرد دونوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور مخالف جنس کی موجودگی میں شرم وحیاء پر مبنی طرز عمل سے کام لیں۔ ان آیات سے یہ بات نکلتی ہے کہ عورتیں اپنے جائز اور ناگزیر کام کرنے کیلئے باہر نکل سکتی ہیں۔ بعض علماء عورتوں کی اس ضرورت کو بھی تسلیم کرنے کیلئے تیار ہیں کہ وہ حصول تعلیم یا پیشہ ورانہ فرائض کی تکمیل کیلئے باہر نکلیں جیسے علاج معالجہ' نرسنگ اور تعلیم وغیرہ کا پیشہ۔ ظاہر ہے کہ ان پیشوں کیلئے باہر نکل کر ہی کام کرنا پڑتا ہے۔ مردوزن کا مخلوط ماحول بہرحال غلط ہے۔

دنیا کے اکثر حصوں میں مسلمانوں کی معاشرتی تقریبات بھی یا تو گھریلو نوعیت کی ہوتی ہیں اور گھروں ہی میں منعقد ہوتی ہیں' یا مرد اور عورتوں گروپوں کی صورت میں الگ الگ ان میں حصہ لیتی ہیں۔ مغرب کے رہنے والے ایک ایسے شخص کو جو عورتوں اور مردوں کے باہمی رقص اور پینے پلانے کی مشترکہ تقریبات میں حصہ لینے کا عادی ہو' زندگی کا یہ طریقہ بڑا ہی پھیکا اور ہمہ ہمی سے خالی نظر آئے گا' تاہم مسلمان ممالک میں خاندان کا حلقہ عموماً اتنا بڑا ہوتا ہے اور باہمی اخوت اور بھائی چارے کا احساس اتنا گہرا اور شدید ہوتا ہے اور مسلمان ایک دوسرے کی مہمان نوازی اور خاطر تواضع اتنی محبت' گرم جوشی اور اخلاص کے ساتھ کرتے ہیں کہ شراب نوشی یا مخالف جنس کی موجودگی کی قطعاً ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ویسے بھی عقل سلیم رکھنے والا کوئی بھی فرد شراب نوشی یا کسی قسم کی خرافات کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

تعدد ازدواج

خواتین سے متعلق اسلام کی تہذیبی اور معاشرتی اقدار کا وہ پہلو جو مغرب کے ذہن پر چھا چکا ہے وہ غالباً تعدد ازدواج کا پہلو ہے۔ اس موقع پر سب سے پہلے میں اس حقیقت کی وضاحت کرنا چاہتی ہوں کہ اسلام تعدد ازدواج کو ایک ہمہ گیر طرز عمل کی حیثیت سے تمام مسلمانوں پر مسلط نہیں کرنا چاہتا۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی متاہل حیات طیبہ کا بیشتر حصہ صرف ایک بیوی کے ساتھ گزارا، یعنی پچیس سال کی عمر سے لے کر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی، پچاس سال کی عمر تک جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ لہٰذا یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ شادی بیاہ کے معاملے میں اسلام کا معیاری طرز عمل یک زوجگی ہی ہے اور تعدد ازدواج ایک استثنائی صورت ہے۔

یہ صحیح ہے کہ تعدد ازدواج کو بعض اوقات بعض مقامات پر ناشائستہ طرز عمل سمجھا گیا ہے لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ بعض خاص حالات میں یہ ایک قابل قدر طرز عمل کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کچھ خاص حالات میں اسے دو برائیوں میں سے کم تر درجے کی برائی قرار دیا گیا ہے اور بعض دوسری صورتوں میں اسے مثبت طور پر بڑا ہی مفید ٹھہرایا گیا ہے۔

اس کی افادیت کی ایک بہت ہی نمایاں مثال حالات جنگ سے پیش کی جا سکتی ہے جب کہ بیوہ عورتوں اور لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد بے سہارا ہو جاتی ہے۔ جنگ میں ہزاروں اور اب تو لاکھوں کروڑوں افراد ہلاک ہو جاتے ہیں اور ان کی پس ماندہ عورتوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ اگر ہم گزشتہ دو عالمی جنگوں میں مرنے والوں کی تعداد ہی کو یاد کر لیں تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آ جائے گی کہ فی الواقع لاکھوں، کروڑوں عورتیں اور لڑکیاں اپنے خاوندوں اور منگیتروں سے محروم ہو گئیں، جس سے ان کی آمدنی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود نہ رہا جو ان کی یا ان کے بچوں کی دیکھ بھال کرتا یا انہیں تحفظ فراہم کرتا۔ اگر ہماری یہ رائے ہو کہ ایسے حالات میں بھی ایک شخص کو ایک

ہی بیوی رکھنی چاہئے تو ان دوسری لاکھوں کروڑوں عورتوں کا کیا بنے گا جو یہ توقع نہیں رکھتیں کہ کبھی انہیں شوہر میسر آئے گا؟ اب اگر ہم بات کو لگی لپٹی رکھے بغیر صاف الفاظ میں بیان کریں تو ان کے لئے ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ یا تو بچوں کے بغیر کنواری بڑھیا کی حیثیت سے زندگی گزاریں یا کسی کے گھر میں بچوں کی استانی یعنی غیر سرکاری طور پر اس کی دوسری بیوی بن کر رہیں' جہاں نہ اس کے کوئی قانونی حقوق ہوں نہ اس کی اولاد کے۔ ظاہر ہے کہ اکثر عورتیں ان دونوں میں سے کسی ایک صورت کو بھی قبول نہیں کریں گی' کیونکہ دنیا میں ہمیشہ ان کی یہ خواہش رہی ہے اور اب بھی ہے کہ وہ دلجمعی اور تحفظ کے ساتھ اپنے قانونی شوہر اور بال بچوں کے ساتھ مل جل کر رہیں۔

لہٰذا بحالات موجودہ فیصلہ عورتوں کے اپنے ہاتھ میں ہے' یعنی اگر انہیں مندرجہ ذیل دو صورتوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے تو انہیں حقائق کا سامنا کرتے ہوئے صحیح فیصلہ کرنا چاہئے۔ ان میں سے ایک صورت تو یہ ہے کہ عورت کسی ایسے شخص سے نکاح کر لے جس کی پہلے بھی کوئی بیوی ہو اور دوسری یہ کہ وہ شوہر اور بچوں کے بغیر زندگی گزارے۔ ان دونوں صورتوں میں سے ظاہر ہے کہ عورت پہلی ہی صورت کو ترجیح دے گی۔ کیونکہ جائز قانونی طور پر کسی شخص کے ساتھ نکاح کر کے رہنا اس سے بہتر ہے کہ کسی کے ساتھ نکاح کے بغیر چوری چھپے جنسی تعلقات قائم رکھے جائیں اور مختلف مواقع پر شوہر کی پہلی بیوی کو دھوکہ دینے کی بھی کوشش کی جائے۔ کسی ایسے شخص کے ساتھ نکاح کر کے رہنا جس کی پہلے بھی کوئی بیوی ہو اس صورت میں اور آسان ہے جب کہ معاشرہ اس طریق کار کو صحیح تسلیم کرتا ہو۔

اب یہ کوئی راز نہیں کہ ایک قسم کے (غیر قانونی) تعدد ازدواج کا رواج یورپی اور امریکی ممالک میں عام ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مغرب کا رہنے والا کوئی شخص اپنی دوسری' تیسری یا چوتھی بیوی یا اس کے بچوں کے حوالے سے کوئی قانونی ذمہ داری قبول نہیں کرتا' جبکہ مسلمان خاوند اپنی تمام بیویوں اور ان کے بچوں کی پوری پوری ذمہ داری

نہ صرف قبول کرتا ہے بلکہ اسے پورا بھی کرتا ہے۔

جنگ کے علاوہ اور بھی متعدد اسباب کی بناء پر ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں کہ تعدد ازدواج کے طریقے پر عمل کرنا ناگزیر ہو جائے۔ مثلاً کسی شخص کے ذاتی حالات ایسی شکل اختیار کرلیں کہ اس کے لئے ایک سے زیادہ بیویوں کے ساتھ شادی کر کے رہنا دوسری تمام ممکن صورتوں کے مقابلے میں قابل ترجیح ہو' یعنی وہ صورت جب کہ پہلی بیوی دائم المرض ہو یا معذور ہو۔ بلاشبہ کچھ لوگ ایسے ہو سکتے ہیں جو ایسی صورت میں بھی عمدگی سے وقت گزار لیں لیکن بہرحال اس کے امکانی خطرات کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ بعض صورتیں ایسی بھی پیش آ جاتی ہیں کہ ان میں درپیش مسائل کا صحیح حل صرف دوسری شادی ہی کی صورت میں سامنے آ سکتا ہے' چنانچہ یہی حل تینوں فریقوں کے لئے قابل قبول ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ عورت بانجھ ہوتی ہے' اس کے ہاں بچے نہیں ہو سکتے جب کہ خاوند فطری طور پر خواہش رکھتا ہے کہ اس کے ہاں بچے ہوں۔ ایسی صورت میں مغربی قوانین کے تحت مرد کو اپنی بیوی کے بانجھ پن کے ساتھ مفاہمت کر کے ہمیشہ لاولد رہنا پڑتا ہے' اگر وہ ایسا کر سکے۔ بصورت دیگر اسے کسی نہ کسی طرح اپنی بیوی سے طلاق حاصل کرنی پڑتی ہے تاکہ وہ دوسری شادی کر سکے۔ اس صورت حال میں اگر فریقین پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی پر راضی ہو جائیں تو وقوع طلاق کے انتہائی ناخوشگوار تجربے سے بچا جا سکتا ہے۔

بعض صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ شادی کامیاب نہیں ہوتی۔ خاوند کسی اور عورت سے محبت کرتا ہے اور اسے بھول نہیں سکتا۔ ہمارے معاشرے (برطانوی معاشرے بلکہ یہی حال دیگر مغربی معاشروں کا بھی ہے) میں یہ صورت حال اتنی عام ہے کہ اسے اب ایک ابدی مثلث (Eternal Triangle) کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مغربی قوانین کے تحت خاوند اپنی پہلی بیوی کو طلاق دیئے بغیر دوسری عورت سے شادی نہیں کر سکتا' لیکن ہو سکتا ہے کہ پہلی بیوی طلاق لینا نہ چاہے' ہو سکتا ہے کہ پہلی بیوی اپنے خاوند

سے محبت نہ کرتی ہو اور اس کے باوجود اس کا احترام کرتی ہو اور اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تاکہ نکاح کا بندھن باقی رہنے کے باعث اسے اور اس کے بچوں کو شوہر/باپ کا پیار اور تحفظ حاصل رہے۔ اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی بیوی یہ نہ چاہے کہ اس کے خاوند کا پہلا خاندان بکھر کر رہ جائے۔ اس طرح کی اور بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں جہاں عورت اور مرد دونوں اس بات کو ترجیح دیں کہ طلاق دینے یا نکاح کے دائرے سے باہر جنسی تعلقات قائم رکھنے کے بجائے اپنی پسند کی عورت سے بھی نکاح کر لیا جائے اور دونوں کو گھر میں رکھا جائے۔

میں نے مذکورہ بالا چند مثالیں اس لئے پیش کی ہیں کہ مغربی ممالک میں رہنے والے اکثر لوگ تعدد ازدواج کے رواج کو صرف اس حیثیت سے دیکھتے ہیں کہ چند دلربا قسم کی خوبصورت لڑکیاں ہوں جنہیں گھر میں ڈال لیا گیا ہو اور داد عیش دی جا رہی ہو۔ وہ اس مسئے پر اس حیثیت سے غور نہیں کرتے کہ خود مغربی معاشرے کے بعض مسائل کا یہ ایسا حل ہے جس سے بہتر ممکن نہیں۔ میں نے اس مسئلے پر اتنی طویل گفتگو اس لئے نہیں کی کہ میں تعدد ازدواج کے بلا امتیاز استعمال کی وکالت کروں بلکہ میری کوشش یہ رہی ہے کہ میں ظاہر کروں کہ تعدد ازدواج کا رواج ایسی چیز ہے کہ کسی بھی معاشرے میں اس کے استعمال اور ممکنہ فوائد پر غور کئے بغیر اسے رد نہیں کیا جانا چاہئے۔

خلاصہ بحث

اوپر جو کچھ کہا گیا' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں عورت کا جو کردار ہے اسے مغرب میں غلط سمجھا گیا' ایک تو اس لئے کہ یہاں لوگ اسلامی طرز زندگی سے واقف نہیں اور دوسرے اس لئے کہ ذرائع ابلاغ نے اسے غلط صورت میں پیش کیا۔

اسلامی معاشرے میں عورتوں کو روحانی اور عقلی سطح پر مردوں کے ساتھ مکمل طور پر برابری کا درجہ حاصل ہے۔ اس امر کیلئے ان کی پوری پوری حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ

وہ ہمیشہ اپنے دینی اصولوں پر عمل پیرا رہیں اور اپنی ذہنی صلاحیتوں کی نشوونما اور انہیں ترقی دینے کیلئے پوری پوری کوشش بروئے کار لاتی رہیں۔ جہاں تک مردوں کے ساتھ تعلقات کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں اسلامی معاشرہ مردوں اور عورتوں سب سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنے رہن سہن میں پاکبازی اور لباس وغیرہ کے استعمال میں سادگی کا طریقہ اختیار کریں گے اور اخلاقی اصولوں کو کسی حال میں نظرانداز نہ کریں گے۔ اسلامی معاشرہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مرد اور عورتیں غیرضروری طور پر ایک دوسرے کے ساتھ آزادانہ میل جول رکھیں۔ مسلمان عورت کے اپنے خاوند کے ساتھ تعلقات باہمی محبت اور ایک دوسرے کی خیرخواہی کی بنیاد پر استوار ہونے چاہئیں۔ بیوی اور بچوں کو نان ونفقہ کی فراہمی خاوند کی ذمہ داری ہے اور بیوی کا فرض ہے کہ خاندان کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے خاوند کا احترام کرے۔ گھر اور بچوں کی ابتدائی تربیت بیوی کی ذمہ داری ہے۔ بیوی اپنی جائداد کی مالک ہو سکتی ہے اور اپنا کاروبار خود چلا سکتی ہے۔ وہ وراثت میں اپنا حصہ لے سکتی ہے۔

اسلام میں یہ اصول ہے کہ عورت سے پوچھے بغیر اس کی شادی نہیں کی جا سکتی اور اسے طلاق لینے کا بھی حق حاصل ہے۔

اسلام میں تعدد ازدواج کے نظام کو اس روشنی میں دیکھا جانا چاہئے کہ اس کے کچھ استعمالات ہیں' جو مرد کی طرح عورت کے فائدے میں بھی ہو سکتے ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ ہی ایسا معاشرہ ہے جہاں عورت اس امر کی توقع کر سکتی ہے کہ بڑھاپے میں اس کا احترام کیا جائے گا اور اس کے بچے اور بحیثیت مجموعی پورا معاشرہ ہر طرح اس کا خیال رکھے گا۔

اس بیان سے جو بات ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی نظام عورت کے لئے آزادی اور تحفظ کا وہ صحیح قسم کا مرکب تیار کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے جس کی وہ متلاشی ہے' نیز جو بحیثیت مجموعی پورے معاشرے کے لئے بھی مفید ہے' جیسا کہ میں نے اپنے اس

لیکچر کے آغاز میں بیان کیا۔ میں نے قرآن مجید کی متعلقہ آیات اور احادیث کا حوالہ بھی دے دیا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اسلامی اصولوں اور تعلیمات کے یہی سب سے مستند مآخذ ہیں۔ اگر مختلف اوقات میں اور مختلف مقامات پر شریعت کے ان اصولوں اور قوانین میں ترمیم و تنسیخ کر کے انہیں بگاڑنے کی کوشش کی گئی ہے یا انہیں نظرانداز کیا گیا ہے یا ان کی تحقیر کی گئی ہے تو یہ ان اصولوں اور قوانین کی غلطی نہیں بلکہ ان لوگوں کی غلطی ہے جو اپنے وقتی مصالح اور ذاتی سوچ کے پیش نظر اصولوں پر قائم نہ رہ سکے اور انہیں بدلنے کی کوشش کی۔ یہ انسان کی اپنی خود غرضی اور حرص ہے جو اسے بگاڑ کی طرف لے جاتی ہے۔ لوگ جس چیز کو پسند نہیں کرتے، اسے بدلنے کی کوشش کرتے ہیں اور سچائی سے دور ہٹ جاتے ہیں۔

خوش نصیبی سے نہ کسی نے قرآن کے الفاظ تبدیل کئے ہیں اور نہ کوئی کر سکتا ہے، نہ ان قواعد اور اصولوں میں کوئی تبدیلی آسکتی ہے جو عورتوں کی حفاظت کے لئے ساتویں صدی عیسوی میں نازل ہوئے۔ چنانچہ جو چاہے آج بیسویں صدی میں بھی ان کی تصدیق کر سکتا ہے، جیسا کہ اس وقت ہم خود کر رہے ہیں۔ میں یقین رکھتی ہوں کہ عورتوں سے متعلق یہ قوانین اور معاشرتی ضوابط بنیادی سچائیوں پر مشتمل ہیں، چنانچہ یہ ہر اس شخص کو فائدہ پہنچائیں گے جو ان پر عمل کرے گا۔ موجودہ دور جس میں عورتوں کے کردار اور حقوق سے متعلق نظریات کے بارے میں وسیع پیمانے پر غور و خوض ہو رہا ہے، غالباً اس امر کے لئے صحیح وقت ہے کہ ہم اسلامی نقطہ نظر پر کھلے دل سے غور کریں اور کھلی آنکھوں سے دیکھیں کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا؟ یہ نقطہ نظر جس نے گزشتہ چودہ سو سال کے دوران میں دنیا کے وسیع و عریض حصوں میں سکونت پذیر ترقی یافتہ اور کم ترقی یافتہ دونوں قسم کی اقوام میں مضبوط معاشروں کے قیام میں اہم حصہ لیا ہے اور جس نے اپنے اصولوں اور قواعد کے تسلسل میں کبھی کوئی انقطاع آنے نہیں دیا ایک ایسا نقطہ نظر ہے جس سے مغربی دنیا بہت کچھ سیکھ سکتی ہے۔

✪

۲

اسلام کا خاندانی نظام

محترمہ فاطمہ ہیرین (جرمنی)

ایک ایسے وقت میں جب کہ زندگی کی پرانی قدریں روز بروز اس طرح تبدیل ہو رہی ہیں کہ کل تک جس چیز کو غلط سمجھا جارہا تھا آج اسے صحت اور سچائی کا معیار قرار دیا جارہا ہے' معاشرے کے حقیقی مرکز کی حیثیت سے ہمارا خاندانی نظام بھی نئے افکار اور نئے نظریات کی زد میں ہے۔ بہت سی قدیم روایات جو ہمیں بزرگوں سے ورثے میں ملی تھیں' اب انہیں شک کی نظروں سے دیکھا جا رہا ہے۔ دس سال پہلے جب جدیدیت کے مشعل بردار نوجوانوں میں یہ فیشن چلا کہ وہ گروہوں کی صورت میں مل جل کر رہیں' جنسی تعلقات میں بھی وہ سب باہم شریک ہوں' بچے بھی ان سب کی مشترکہ ملکیت اور ذمہ داری ہوں اور آمدنی میں بھی وہ سب برابر کے حصہ دار ہوں تو بہت سے لوگوں کو خوف لاحق ہوا کہ اس کا مطلب تو یہ نکل سکتا ہے کہ خاندانی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ لیکن خوش قسمتی سے ایسا نہیں ہوا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی نوجوان لڑکیوں کی بہت بڑی اکثریت یہی خواب دیکھتی ہے کہ اس کے ہاتھ میں نکاح کے تحفہ کی انگوٹھی ہو' وہ ایک آرام دہ فلیٹ میں رہتی ہو' زوجہ فلاں بن فلاں کہلاتی ہو اور ایک ایسے گھر میں اپنے بچوں کی پرورش اور نشوونما کا فریضہ انجام دیتی ہو جہاں ہر کام عمدگی اور سلیقہ سے کیا جاتا ہو۔ بالکل اسی طرح جیسے نوجوان

اپنی شریک حیات کا تعارف یہ کہہ کر کرانے میں فخر محسوس کرتے ہیں کہ: "یہ ہیں میری اہلیہ!" بجائے اس کے کہ کہیں: "یہ ہیں میری رفیقہ" یا "یہ ہیں میری کامریڈ!"۔ ہزاروں سال سے انسان کی فطرت میں جو خواہشات اور احساسات راسخ چلے آرہے ہیں انہیں باہر اکھاڑ پھینکنے میں نہ کوئی سوشلزم کامیاب ہو سکا نہ کوئی اور ازم۔

یہ صحیح ہے کہ خاندانی زندگی، خصوصاً متاہل زندگی کو مغربی دنیا میں جو خطرات درپیش ہیں عالم اسلام میں ان پر کامیابی سے قابو پایا جا سکتا ہے۔ عالم اسلام میں یہ ممکن نہیں کہ ایسے خطرات وہاں جڑ پکڑ سکیں۔ وہاں خاندانی زندگی نہ صرف خاوند، بیوی اور بچوں کے پہلو سے، بلکہ دوسرے تمام رشتوں کے پہلو سے بھی روایات اور دینی قانون کے تحت اس قدر مضبوط بنیادوں پر قائم ہے کہ اسے ایسی ہنگامی سوچ اور وقتی اکھاڑ پچھاڑ سے کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

اسلامی سوچ

یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ ایک پر مسرت اور صحت مند خاندانی زندگی کی ضمانت قانون کے ذریعے سے نہیں دی جا سکتی اور یہ کہنا صحیح ہے کہ اس کا بیشتر انحصار تمام متعلق لوگوں کی نیک دلی پر ہوتا ہے۔ چنانچہ جہاں نیک دلی اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کا جذبہ ناپید ہو وہاں بہترین قوانین کتابوں میں لکھے رہ جاتے ہیں اور عملی زندگی میں ان کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ تاہم یہاں بھی جیسا کہ اسلامی نظام زندگی کے دوسرے دائروں میں ہوتا ہے، جو اصول کام کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام ان معنوں میں مذہب نہیں جن معنوں میں مغرب کے رہنے والے اسے مذہب سمجھتے ہیں، بلکہ یہ صحیح معنوں میں ان لوگوں کے لئے مکمل طریقہ زندگی (دین) ہے جو اس سے وابستہ ہے۔ اسلام کا مطلب ایک طرف تو یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ کے سپرد کردے اور اس کی رضا پر راضی ہو جائے اور دوسری طرف شعوری طور پر اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہے کہ انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے،

جیسا کہ اللہ تعالٰی نے اس کے حق میں فیصلہ فرمادیا ہے۔

اگر ہم اللہ کی مرضی کے سامنے سر جھکا دینے کے عمل کا اطلاق خاندانی زندگی پر کریں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم اپنی ان خواہشات کو تسلیم کریں جو ہماری فطرت میں ودیعت کردی گئی ہیں اور ان کے ساتھ مفاہمت اور مطابقت پیدا کرکے زندگی بسر کریں۔ مثلاً ہماری یہ خواہش کہ زندگی میں ہمارا کوئی ساتھی ہو جس کے ساتھ ہم محبت کریں اور وہ ہمارے ساتھ محبت کرے' اور جو ہمارے ساتھ اعتماد' مہربانی' ذاتی قربانی کے جذبے اور سکون کے رشتے میں منسلک ہو۔ اس طرح یہ خواہش کہ ہمارے ہاں بچے ہوں۔ ہمارے ماں باپ' بہن بھائی' چچا' پھوپھیاں اور خالائیں ہوں اور اسی طرح ایسے دوسرے رشتہ دار ہوں جن پر ہم بھروسہ کرسکیں اور جو ہم پر بھروسہ کرسکیں' جو ہمیں تحفظ فراہم کرسکیں اور ہم انہیں تحفظ فراہم کرسکیں۔ اسی طرح ایک ایسے گھر کی خواہش جہاں سکون اور اطمینان کے ساتھ تمام گھر والوں کی دیکھ بھال ہوتی ہو اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھا جاتا ہو۔ اسی طرح ہماری یہ خواہش کہ ہمیں اچھی تعلیم حاصل ہو اور ضرورت کے وقت ہمیں مدد مل سکے۔ اس کے علاوہ ہماری یہ خواہش کہ حالات کے مطابق ہم دوسروں کی مدد کرسکیں اور دوسرے ہماری مدد کرسکیں۔

زمین پر انسان کی خلافت کو شعوری طور پر قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خلافت کی ذمہ داریوں کو کامیابی کے ساتھ پورا کرنے کے لئے بہترین ممکن وسائل تلاش کئے جائیں۔ خاندانی زندگی اس شعبے میں بھی ہماری سرگرمیوں کے لئے قابل اعتماد بنیادیں فراہم کرتی ہے۔ اچھی اور صحت مند خاندانی زندگی ہمیں صحیح نقطہ نظر عطا کرتی ہے اور معاملات کو صحیح تناظر میں دیکھنے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے۔ خاندانی زندگی کے ذریعے سے ہمیں انتہائی مفید تعلیم حاصل ہوتی ہے جو نہ صرف پیشہ ورانہ فرائض کی بجاآوری میں ہماری مدد کرتی ہے بلکہ خود زندگی کے معاملات نمٹانے میں بھی ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ جب ہم جوان ہوجاتے ہیں تو اس کے ذریعے سے ہمیں محفوظ اور پرسکون گھر کی نعمت حاصل ہوتی ہے' جس کی وجہ

سے ہم معاشرتی زندگی میں سرگرم حصہ لیتے ہیں اور ان سرگرمیوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جب ہم بوڑھے ہو جاتے ہیں تو خاندانی زندگی ہمیں اسی طرح روزی مہیا کرتی ہے جیسے ہم اسے مہیا کرتے تھے' جب ہم اس قابل تھے کہ کسی کو روزی مہیا کر سکیں۔

زندگی کا جو طرز آج کل مغربی ممالک میں رائج ہے اور جو لوگ اس طرز زندگی کو مکمل طور پر اپنا چکے ہیں انہیں یہ بات بڑی حیران کن نظر آتی ہے اور وہ سوچتے ہیں کہ ایسا کیوں نہیں کہ بچوں کو نرسری میں داخل کروا دیا جائے اور سکول میں انہیں جو تعلیم دی جاتی ہے اسی پر اکتفا کیا جائے۔ آخر اس مقصد کے لئے ہم جو اتنے ٹیکس دیتے ہیں اس کا فائدہ کیا ہے؟ مغربی معاشروں میں یہ بھی سوچا جاتا ہے کہ ضرورت کے وقت دوسرے رشتہ داروں اور خاندان کے بڑے بوڑھوں کی ذمہ داری ہم کیوں اپنے سر لیں! انہوں نے یقیناً ہر قسم کی مشکلات کے مقابلے کے لئے انشورنس کروائی ہوگی اور پھر بوڑھوں کے لئے اولڈ ہومز بھی موجود ہیں جہاں انہیں کوئی پریشان نہیں کرتا' نہ کر سکتا ہے۔ ہمارے سامنے بچوں کی پرورش اور خاندان کے بڑے بوڑھوں کی دیکھ بھال کے سوا زندگی کے اور بہت سے ضروری اور منافع بخش کام ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ باتیں ناقابل یقین نظر آئیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ممالک میں اکثر خاندانوں کے لوگ اپنی یہ معاشرتی ذمہ داریاں بڑی دلجمعی اور عمدگی کے ساتھ پوری کر رہے ہیں۔ یہ اس لئے کہ اسلامی احکام دنیا میں جدید ٹیکنیکی صنعتی عمل کی تیز رفتار ترقی کے باوجود بالکل متروک نہیں ہو گئے بلکہ مسلمان اب تک بڑے اہتمام کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہیں۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ میں سمجھتی ہوں کہ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمان دیانتداری سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس مادی دنیا میں جس طرز عمل کا مظاہرہ کریں گے' قیامت کے دن انہیں اس کا حساب دینا پڑے گا۔ مسلمان دنیا میں اللہ کے خلیفہ کی حیثیت سے اپنے کردار کا پورا پورا شعور رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت

ہے کہ مسلمان اپنی دینی و معاشرتی ذمہ داریاں پوری کر کے دلی اطمینان اور سکون محسوس کرتے ہیں۔ وہ اس طرح اللہ کی رضا حاصل کرتے ہیں جو اُن کی زندگی کا بنیادی مقصد ہے۔

مغرب کے رہنے والے غیر مسلم اس حقیقت پر حیران ہوں گے کہ کس طرح ایک مذہب (دین اسلام) جدید دور کے لوگوں پر اپنے اثر و رسوخ کو اس عمدگی کے ساتھ اور اتنے موثر انداز میں بروئے کار لا سکتا ہے کہ وہ صرف اللہ کی رضا کے لئے اپنا مال اور اپنی جان ہر وقت قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اس کے برعکس اہل مغرب کا طریقہ تو یہ ہے کہ وہ ایسی مثالوں پر عمل کرنے کے بجائے انہیں ناپسند کرتے ہیں' حالانکہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں ان کا طرز عمل ایسا نہیں' وہاں وہ اچھی باتوں کو بڑی خوش دلی اور دلچسپی سے قبول کرتے ہیں اور انہیں اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

مسلمانوں کا خاندانی ڈھانچہ

یہ مسلمانوں کے خاندانی نظام کا مضبوط ڈھانچہ ہے جو مندرجہ ذیل چار ستونوں پر قائم ہے اور جو اسلامی اقدار کو اتنا دیرپا اور مستحکم بنا دیتا ہے کہ اس کے مقابلے میں مغربی رسوم و رواج اور معاشرتی طرز عمل زندگی سے بالکل خالی نظر آتا ہے۔ مسلمانوں کے اس خاندانی نظام کی بنیاد قرآنی ضوابط اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے حاصل ہونے والی روایات پر قائم ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی ہوئی ہم تک پہنچی ہیں' یعنی:

۱۔ خاندانی زندگی کی یہ حیثیت کہ وہ انسانی معاشرے کا گہوارہ ہے اور وہ والدین اور نشوونما پاتے ہوئے بچوں کو محفوظ' صحت مندانہ ماحول اور حوصلہ افزائی کرنے والا گھر مہیا کرتی ہے۔

۲۔ خاندانی زندگی کی یہ حیثیت کہ وہ عورت اور مرد کی فطری جنسی خواہش کے محافظ کی حیثیت سے اس کی تسکین کے لئے جائز راستے مہیا کرتی ہے اور اس منہ زور قوت کو

صحیح رخ دیتی ہے۔

۳۔ خاندانی زندگی انسان کی فطری استعداد اور صلاحیتوں کے لئے تربیت گاہ کی حیثیت رکھتی ہے، جیسے ایک دوسرے سے محبت وشفقت اور بچوں کے لئے رحم وکرم کا فطری جذبہ۔

۴۔ خاندانی زندگی انسان کی داخلی اور خارجی مشکلات کے بالمقابل انتہائی محفوظ پناہ گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اسلامی خاندانی زندگی کا مضبوط اور پناہ مہیا کرنے والا ڈھانچہ

۱۔ پہلا رکن: گھر اور حوصلہ افزائی
۲۔ دوسرا رکن: جنسی خواہش اور بچے
۳۔ تیسرا رکن: ہمدردانہ احساسات پر مبنی خوبیاں
۴۔ چوتھا رکن: پناہ گاہ

اسلام کے خاندانی نظام کا ایک ہمیشہ موثر رہنے اور کبھی اپنی حد سے آگے نہ بڑھنے والا پہلو یہ ہے کہ مذکورہ بالا چاروں ارکان کو قوت مجموعی نظام سے حاصل ہوتی ہے۔ ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اسلام میں خاندانی زندگی کے فوائد نہ صرف ان لوگوں تک پہنچتے ہیں جو خونی رشتوں میں منسلک ہوں بلکہ یہ مسلمانوں کے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے وسیع وعظیم خاندان یعنی اسلامی اخوت کے دائرے میں شامل تمام لوگوں تک پہنچتے ہیں۔

اب ہم ان چاروں ارکان میں سے ہر ایک کا جائزہ زیادہ گہرائی سے لیتے ہیں:

خاندان —— انسانی معاشرے کا گہوارہ

اگر خاندان کو انسانی معاشرے کے لئے صحت مند گہوارہ کا کردار ادا کرنا ہو، تو اس

کے لئے ضروری ہے کہ بچے جن کے ذریعے سے انسانی نسل کا تسلسل برقرار رہتا ہے' انہیں خاندان کے اندر اپنی ہمہ جہت تعلیم میں محبت کی گرمی اور ہر ممکن نشوونما کا تجربہ حاصل ہو۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی ایک ماں ہو جو اپنے بچوں کی بہتری کا خیال رکھتی ہو' یعنی وہ اپنے بچوں کی نگہداشت کو جزوقتی ذمہ داری نہیں بلکہ اپنی زندگی کا سب سے اہم ہمہ وقتی فریضہ خیال کرتی ہو۔ اسی طرح ان کا ایک باپ ہونا چاہئے جو اسلام کی تعلیمات کی رو سے پدرانہ فطرت کے مطابق خاندان کا امام ہوتا ہے اور جس کے کندھوں پر خاندان کے دینی و دنیوی امور کی بجاآوری کرنا ہوتی ہے۔ جیسا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے نہایت عمدگی کے ساتھ لکھا ہے: "اسے دینی اصولوں کو سربلند رکھنا چاہئے۔ اگر ہم بات کو پوری صحت کے ساتھ بیان کریں تو ہم یہ کہیں گے کہ خاندان میں مرد کی عزت درحقیقت ان ہمہ گیر فرائض کی وجہ سے کی جاتی ہے جو وہ بجالاتا ہے۔ اسلامی معاشرے کے بعض حلقوں میں خواتین کی جانب سے جس سرکشی کا ظہور ہوا ہے وہ اس وقت ہوا ہے جب مردوں نے خود اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی چھوڑ دیں اور اپنا مردانگی والا پدرانہ کردار ادا کرنا ترک کر دیا۔"

یہ ایک قابل لحاظ رائے ہے جو عالم اسلام کے ایک مسلمہ عالم کی جانب سے پیش کی گئی ہے۔ ایک ایسے گھر میں جہاں ماں اور باپ دونوں اپنے اہم کردار سے واقف ہوں اور اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہوں کہ جیسی وہ اپنے بچوں کی تربیت کریں گے کل کی دنیا ویسی ہی ہوگی' وہاں معاشرے کی بنیادیں اپنی جگہ مضبوطی سے قائم رہیں گی۔

جہاں تک بچوں کی تعلیم کا تعلق ہے' میں سمجھتی ہوں کہ اسے مندرجہ ذیل چار مرحلوں پر مشتمل ہونا چاہئے:

پہلا مرحلہ یعنی بنیادی تعلیم

بنیادی تعلیم جو پیدائش سے لے کر بیس سال کی عمر تک کے عرصے پر مشتمل ہو۔ یہ وہ

وقت ہوتا ہے جب بچہ گھر چھوڑتا ہے۔ اس وقت خاندان میں اسلامی ملی یو (Milleu) یعنی ماحول پیدا کیا جانا چاہئے۔ اچھے خاندان کی اولین شرط یہ ہے کہ اس میں ماں اور باپ دونوں ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں اور ایک دوسرے کا احترام کرتے ہوں۔ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق صابر وشاکر رہتے ہوں اور الفت و محبت کے ساتھ اپنے بچوں کی نگہداشت کرتے ہوں۔

بچوں کی اچھی تعلیم اور تربیت کے لئے یہ بات بھی بڑی اہم ہے کہ انہیں قرآن کی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت سننے کا موقع ملے (اللہ کا شکر ہے کہ آج کل قرآن کی نہایت عمدہ تلاوت پر مشتمل ریکارڈ بڑی آسانی سے مل جاتے ہیں)۔

اسی طرح بچوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ رمضان المبارک کا مہینہ کب شروع ہوگا! جب مسلمان نہایت جوش و خروش کے ساتھ سارا دن روزہ رکھتے ہیں اور پھر عید آتی ہے اور آپ کے مسلمان دوست احباب اور رشتہ دار عید ملنے آپ کے گھر آتے ہیں اور آپ ان سے ملنے ان کے گھر جاتے ہیں' ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ عام دنوں میں بھی اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام بچوں کے کانوں میں پڑتے رہنے چاہئیں تاکہ اللہ کی عظمت اور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا احساس ان کے دلوں میں تازہ رہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ کام ہم میں سے کچھ لوگ کسی نہ کسی طرح کررہے ہیں۔ لیکن گھر میں اسلامی ماحول پیدا کرنے کیلئے یہ بات بھی اہم ہے کہ جس گھر میں مسلمان رہیں اس کے فرنیچر میں کچھ نہ کچھ ایسی چیزیں بھی شامل ہوں جو مسلمانوں کے گھروں میں ہوتی ہیں۔ اس سے میری مراد یہ نہیں کہ جذبات میں ہیجان پیدا کرنے والی عام قسم کی چیزیں گھروں میں رکھی جائیں بلکہ آمیزش سے پاک ایک سچا اور صاف ستھرا تہذیبی' ثقافتی نمونہ اپنایا جائے۔ بچوں کے لئے دیواروں پر کتابت اور مختلف فنون لطیفہ کے خوبصورت اور اعلیٰ اسلامی نمونے آویزاں کئے جائیں۔ اسی طرح کہیں کہیں قالین اور کچھ اور ایسی چیزیں رکھی جانی چاہئیں جو مغربی گھرانوں میں نہیں پائی جاتیں۔

مسلمانوں کو کم از کم اپنے گھروں میں وہ روایتی لباس پہننا چاہیئے جو وہ اپنے ملک میں پہنتے ہیں۔ اس کے علاوہ جب وہ اپنے رہنے کے کمرے میں داخل ہوں تو جوتے اتار دیں۔ اس طرح اپنے ثقافتی ورثہ سے ان کا قریبی تعلق باقی رہے گا اور بچوں کے ذہن پر یہ بات واضح طور پر نقش ہو جائے گی کہ ہم مسلمان ہیں۔ اس سے بچوں کے اندر اعتماد اور اپنے دین کے لئے فخر و انبساط کا فطری جذبہ پیدا ہو گا۔

تعلیمی عمل

تعلیمی عمل کا دوسرا مرحلہ "بتانے" اور "کہنے" کا مرحلہ ہے۔ سائنس دان ہمیں بتاتے ہیں کہ ابتدائی عمر میں دہشت ناک اور سنسنی خیز کہانیاں سن کر بچوں کا شعور کس طرح منفی انداز میں تشکیل پاتا ہے اور کس طرح دوسری طرف جادوگری اور بھوت پریت کی کہانیوں کے ذریعے سے اسے منفی پر لگائے جاتے ہیں۔ بچوں کی عمر کے اس مرحلے میں ایسے والدین کے لئے جو نئی نئی باتیں سوچ سکتے ہیں اور اپنے بچوں کے لئے خیر خواہی کا جذبہ رکھتے ہیں کام کا بڑا وسیع میدان موجود ہوتا ہے۔ اس مرحلے میں بچے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ان کہانیوں کا دوبارہ مطالعہ کریں گے جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں۔ بلند پایہ علماء اور صاحب نظر مفکرین اور مدبرین کی خوبصورت روایات سنیں گے۔ والدین اپنی محبت' ذہانت اور خوش طبعی پر مبنی خصوصیات کو جمع کر کے اور کام میں لا کر ایسی مفید اور جوش پیدا کرنے والی کہانیاں لکھ سکتے ہیں یا سنا سکتے ہیں جو بچے دلچسپی سے پڑھیں اور سنیں' کیونکہ میرے تجربے میں یہ بات آئی ہے کہ خاص طور پر دو سال کی عمر سے لے کر پانچ سال تک کی عمر کا بچہ ایسی کہانیاں بڑے شوق سے سنتا ہے۔ ماں اپنے روزمرہ کے معمولات اور گھریلو فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں سے باتیں بھی کر سکتی ہے اور اس طرح بہت سے امور کے بارے میں نہایت عمدہ بحث و مباحثہ بروئے کار آ سکتا ہے' کیونکہ بچوں کے ذہن میں بھی بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں اور وہ بھی اپنا نقطہ نظر بیان کرنا چاہتے ہیں۔

اس طرح بچوں میں لازمی طور پر اچھے کردار کی تعمیر کا عمل وقوع پزیر ہو گا اور ایسے معیارات قائم ہوں گے جو زندگی بھر اپنا جواز برقرار رکھیں گے۔

اسلامی فرائض

پہلے اور دوسرے مرحلے کی بنیاد پر جو تیسرا مرحلہ قائم ہو گا وہ اسلامی فرائض کا مرحلہ ہو گا۔ یہ بات بالکل فطری ہے کہ بچہ اپنے عبادت گزار ماں باپ کی نقل اتارے اور ان کی پیروی کرے۔ اسے ایک چھوٹی سی جائے نماز جو قالین کی بنی ہو دی جانی چاہیئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ابتداء میں بچہ مصلےٰ پر چند منٹ ہی کھڑا رہ سکے گا' لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ جان لے گا کہ نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے اور اسلام کے مقرر کئے ہوئے روزانہ کے معمولات کس طرح پورے کئے جاتے ہیں! یہی صورت روزہ رکھنے کی ہے۔ ابتداء میں بچہ کھائے پیئے بغیر چند گھنٹے سے زیادہ نہ رہ سکے گا لیکن رفتہ رفتہ وہ پورے دن کا روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے گا۔ روزہ کے معاملے میں یہ بات اہم ہے کہ سحری اور افطاری کا انتظام کسی قدر اہتمام سے کیا جائے۔ اسی صورت میں بچہ اس بات پر یقیناً فخر محسوس کرے گا کہ اسے بڑوں کی طرح صبح سویرے اٹھنے کا موقع فراہم کیا گیا ہے' تاکہ وہ اپنے والدین کے ساتھ سحری کھا سکے۔ اگر وہ سارا دن روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو یہ بات اس کے لئے بڑی اطمینان بخش ہو گی۔ مجھے یقین ہے کہ اکثر والدین کو اس امر کا تجربہ ہو گا کہ بچہ خود یہ چاہتا ہے کہ اسے پھر روزہ رکھنے کی اجازت دی جائے نہ یہ کہ اسے آمادہ کیا جائے کہ وہ روزہ رکھنے میں بڑوں کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اسی طرح بہت سے مواقع ایسے آئیں گے جن میں مستحقین کو صدقہ اور خیرات وغیرہ دی جائے گی۔ ایسے مواقع پر بچے کو خوب صورت چمک دار سکے دیئے جانے چاہئیں تاکہ وہ انہیں اپنی مرضی کے مطابق خرچ کر سکے اور یہ سیکھ سکے کہ کچھ نہ کچھ رقم ضرورت مندوں کو دی جانی چاہیئے یا کسی مسجد کے صندوق میں ڈالی جانی چاہیئے اور کھلونے یا مٹھائی وغیرہ ہی خریدنے کے لئے استعمال نہیں ہونی

چاہیئے۔

جہاں تک فریضہ حج کی ادائیگی کا تعلق ہے' بچے کو بتایا جانا چاہیئے کہ کس طرح دنیا کے کونے کونے سے مسلمان مکہ معظمہ کے متبرک مقام پر جمع ہوتے ہیں تاکہ سب مسلم اخوت کے رشتے میں منسلک ہو کر اپنے خالق و مالک کی عبادت کریں۔ کیونکہ یہی وہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے لے کر اب تک بغیر کسی انقطاع کے بجالاتے چلے آرہے ہیں۔

اس مرحلے تک پہنچتے پہنچتے بچہ شعوری طور پر مسلمان ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ وسیع بنیاد مہیا ہو جاتی ہے جس پر چوتھے مرحلے کی تعمیر ممکن ہوتی ہے۔

گھر اور خاندان میں اسلام کی بنیادی تعلیم کے چار مرحلے:

۱- جہاد
۲- فرائض پنج گانہ
۳- پاکیزہ کہانیاں اور روایات
۴- اسلامی ماحول

زندگی کی تربیت

یہ جہاد کا مرحلہ ہے۔ قریباً پندرہ سال کا بچہ اس حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ زندگی کا مطلب امتحان ہے اور یہ کہ اس امتحان میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کو گہرے احترام کے جذبے اور عاجزی کے ساتھ اللہ کی رضا کے حوالے کر دیں۔ یہ چیز انسان خصوصاً نوجوان اور فعال لوگوں کی فطرت میں شامل ہوتی ہے کہ وہ زندگی کے حقیقی مقاصد کی تلاش میں رہتے ہیں' یعنی ایسا مقصد جس کے حصول کے لئے وہ اپنی صلاحیتیں بروئے کار لا سکیں۔ روزانہ کی زندگی میں یقیناً بہت سے ابتدائی مقاصد ہوتے ہیں' جیسے دینی فرائض کی ادائیگی' سکول کا امتحان پاس کرنا' بیماریوں پر قابو پانا' اچھی ملازمت

حاصل کرنا، مرد کا ایسی عورت سے شادی کرنا جو محبت کرنے والی ہو اور عورت کا ایسے مرد سے شادی کرنا جو محبت کرنے والا ہو اور بچوں کی اچھی پرورش کرنا وغیرہ۔

لیکن یہ سب کامیابیاں انفرادی ہیں۔ اگرچہ مستحکم بنیادوں پر زندگی کی تعمیر کے لئے ان کا حصول بھی ضروری ہے، تاہم صحت مند آرزوؤں اور تمناؤں کا رخ اونچے مقاصد کی طرف ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر زندگی کی صحیح رخ پر رہنمائی نہ کی جائے تو یہ ادعا پسندانہ ترغیب کا شکار ہو جاتی ہے اور آج کل رائج نیشنلزم اور سوشلزم کی طرح خطرناک نظریات کے جال میں پھنس کر رہ جاتی ہے۔

جہاد یعنی اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد کرنا ایک ایسا مقصد ہے جس کے ذریعے سے ہر مسلمان کو عمل کا ایسا میدان مل جاتا ہے جو اس کی طبیعت اور صلاحیتوں سے ہم آہنگ ہو۔ یہ جدوجہد حسب ضرورت کبھی تلوار کے ذریعے سے ہوتی ہے اور کبھی قلم کے ذریعے سے، کبھی بیلچے کے ذریعے سے اور کبھی نشتر کے ذریعے سے بلکہ بعض اوقات سلائی مشین اور ڈوئی کے ذریعے سے بھی۔

جہاد ایک جدوجہد ہے جو ان تمام طاقتوں کے خلاف بروئے کار آتی ہے جو اندر یا باہر اسلام پر حملہ آور ہوں، خواہ ان حملوں کا مقصد اسلامی تعلیمات کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا ہو یا اس کی روایات یعنی شعائر کو کمزور کرنا ہو یا اس کی سیاسی قوت کو مغلوب کرنا ہو۔ ان حملوں کا نہایت سنجیدگی کے ساتھ نوٹس لیا جانا چاہیئے، کیونکہ ان کا مقصد ہماری وراثت کی حقیقی بنیادوں کو تباہ کرنا ہوتا ہے۔

اگر خاندان میں جہاد کا یہ احساس ہمیشہ تازہ رہے تو وہ اسلامی معاشرے کے قیام کی بہترین ضمانت ثابت ہوگا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے خاندان کے تمام افراد کے لئے یہ ممکن ہوگا کہ وہ خلافت فی الارض کی ذمہ داریاں شعوری طور پر بجالائیں، اور یہ چیز خاندانی زندگی کے اہم ترین مقاصد میں سے ایک ہے۔

خاندانی زندگی کے اس سب سے اول اور سب سے اہم رکن کی وضاحت کی طرف

توجہ مبذول کرانا اس لئے ضروری تھا کیونکہ یہ تعلیم کا پہلو لئے ہوئے ہے' جو وسیع معنوں میں پورے انسانی معاشرے سے متعلق ہے۔

خاندانی زندگی' خواہشات کے محافظ کی حیثیت سے

اب ہم دوسرے رکن کی جانب آتے ہیں یعنی خاندانی زندگی انسان کی فطری شہوانی (Erotic) خواہشات کے محافظ کی حیثیت سے کیا پہلو رکھتی ہے؟ یہاں میں نے جنسی (Sex) کے بجائے شہوانی (Erotic) کا لفظ جان بوجھ کر استعمال کیا ہے' اس لئے کہ جنس کا لفظ عوام میں اس غلط صورت میں زیر استعمال لایا گیا ہے کہ اس کا مفہوم ہی بدل کر رہ گیا ہے۔ چنانچہ جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں یہ صحیح صورت میں اس کی وضاحت کرنے کے بجائے اسے بالکل غلط صورت میں عوام کے سامنے لائے گا۔

اللہ کے سچے رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"نکاح کرنا (یعنی عورت اور مرد کے درمیان فطری شہوانی تعلق کا قیام) میری سنت ہے' چنانچہ جو شخص میری اس سنت سے منہ موڑے گا وہ میرا امتی نہیں۔"

اسی طرح قرآن مجید میں (آیت نمبر ۱۸۷' سورۃ نمبر ۲/البقرہ) میں کہا گیا ہے: "وہ (تمہاری بیویاں) لباس ہیں تمہارے لئے اور تم لباس ہو ان کے لئے' چنانچہ ان کے ساتھ مباشرت کرو۔"

اسلام چونکہ مکمل ضابطہ حیات ہے لہٰذا یہ انسان کے فطری میلانات کو نظرانداز نہیں کرتا بلکہ انہیں پوری پوری اہمیت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں حکم دیا گیا ہے کہ نکاح کیا جائے (اور اس طرح قانونی صورت میں اپنی شہوانی خواہشات کی تکمیل کا سامان کیا جائے)۔ اسلام نہایت خوبصورت انداز میں ہمیں بتاتا ہے کہ خاوند اور بیوی کو کس طرح ایک دوسرے سے چھپانا اور دوسرے کی حفاظت کرنی چاہئے۔ اس چیز کی وضاحت کے لئے اس نے مثال لباس کی دی ہے کہ جس طرح لباس انسان کے جسم کو چھپاتا اور اس کی

حفاظت کرتا ہے اسی طرح میاں بیوی کو بھی ایک دوسرے سے چھپانا اور ایک دوسرے کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ اسلام ہمیں یہ بتاتا ہے کہ میاں بیوی کس طرح ایک دوسرے کے ذریعے سے اپنی فطری جنسی خواہش کی تکمیل کرسکتے ہیں اور کس طرح وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور مؤدت پر مبنی تعلقات کے ذریعے سے اولاد کی نعمت سے بہرہ ور ہوسکتے ہیں جو ان کی بقائے نسل کا ذریعہ ہے۔

اس موقع پر میں اپنی ذات کے حوالے سے کچھ گفتگو کروں گی۔ چونکہ میں نومسلم ہوں لہٰذا کبھی کبھی مجھ سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ ازدواجی زندگی کے بارے میں اسلام کا صحیح نقطہ نظر کیا ہے؟

دیکھ بھال اور سوچ سمجھ کر کی گئی شادیاں

مسلم خاندانوں میں دیکھ بھال اور سوچ سمجھ کر کی گئی (Arranged) شادیوں کا جو رواج ہے وہ مجھے بہت اچھا لگا۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ وہاں یہ رواج بہت عمدگی سے کام کررہا ہے۔ مجھے کچھ دن ایک مسلمان ملک میں قیام کا اتفاق ہوا۔ وہاں رہنے والوں اور اپنے سابق شاگردوں کے رہن سہن کا مشاہدہ کرکے میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں میں جو دیکھ بھال اور سوچ سمجھ کر شادیاں کی جاتی ہیں وہ مغربی خاندانوں کی شادیوں کے مقابلے میں زیادہ دیرپا اور مستحکم ثابت ہوتی ہیں۔ میرے یہ سابق شاگرد اور دوست احباب جنہیں میں گزشتہ پندرہ سال سے جانتی ہوں میرے لئے مسلمانوں کے رسم ورواج جاننے کا بڑا اہم ذریعہ ہیں۔ مسلمانوں میں شادی کی تجویز والدین یا دوسرے ایسے رشتہ دار پیش کرتے ہیں جو زیادہ تجربہ اور سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ وہ لوگ شادی کا پیغام لڑکے اور لڑکی کے خاندانی پس منظر، تعلیم، آرزوؤں، تمناؤں، پسند وناپسند اور اسی طرح اور بہت سی چیزوں کو سامنے رکھ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ہوتا یہ ہے کہ اگرچہ مسلمانوں کی قریباً تمام شادیاں اس طرح ہوتی ہیں کہ جیسے بلی کو تھیلے میں بند کرکے بیچا جائے، لیکن وہ مغربی گھرانوں کی

شادیوں کے مقابلے میں زیادہ کامیاب ہوتی ہیں (بلی کو تھیلے میں بند کر کے بیچنا جرمنی کا محاورہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکے یا لڑکی کو پہلے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ آیا وہ جنسی طور پر ایک دوسرے کے لئے موزوں ہیں بھی یا نہیں؟ جب کہ جرمنی میں روایت یہ ہے کہ نوجوان شادی سے پہلے جنسی تعلق قائم کر کے ایک دوسرے سے اچھی طرح آگاہ ہو جاتے ہیں)۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے فعل کے تصور سے بھی بچالے' آمین!

تعدد ازدواج

طبیعت میں گدگدی پیدا کرنے والا دوسرا مسئلہ تعدد ازدواج کا ہے۔ جس رجسٹرار نے ایک یورپی مسلم خاوند سے میرا نکاح کیا' اس نے نکاح سے پہلے مجھے اس امر سے متنبہ کیا کہ اگر تم لوگ کبھی کسی مسلمان ملک میں جاکر رہے تو وہاں تمہارے خاوند کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ چاہے تو تمہارے ہوتے ہوئے تین شادیاں اور کر لے۔ یہ بات سن کر اگرچہ میں پہلے ایک لمحے کے لئے ٹھٹکی لیکن جلد ہی یہ بات میری سمجھ میں آگئی کہ اگرچہ اسلام میں اس امر کی اجازت ہے کہ خاوند چاہے تو ایک وقت میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے' لیکن عملاً ایسا بہت کم ہوتا ہے' اور دوسرے اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ اسلام میں ایسے لوگوں کو جو طبعاً تعدد ازدواج کا رجحان رکھتے ہوں یا غیر معمولی حالات کا شکار ہوں' مثلاً بیوی بانجھ ہو یا اکثر بیمار رہتی ہو تو ایسی صورت میں انہیں اس امر کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کر لیں' لیکن دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام اس بات کی اجازت قطعاً نہیں دیتا کہ آدمی نکاح کے بغیر کسی عورت سے جنسی تعلق رکھے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اسلام کا یہ فیصلہ دانشمندانہ اور بہت سے مصالح پر مبنی ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی وجہ سے ایک سے زیادہ بیویوں کے بغیر گزارہ نہیں کر سکتا تو اسے اس بات کے لئے مجبور نہیں کیا جانا چاہئے کہ وہ حرام کاری کا ارتکاب کرے' بلکہ اسے اجازت ہونی چاہئے کہ وہ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی جنسی خواہش کی تسکین کا سامان فراہم کرے

اور اس کے نتیجے میں اس پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہوں انہیں بھی پورا کرے۔ اس مسئلے میں میرے نزدیک بنیادی نکتہ یہی ہے۔ شاید ہی کوئی مرد ایسا ہو گا جو اپنی جنسی خواہش کی تسکین کے لئے ایک سے زیادہ بیویوں اور ان سے پیدا ہونے والے بچوں کو نان و نفقہ فراہم کرنے کی ذمہ داری قبول کرے گا اور اپنی توجہ کو بیویوں اور بچوں میں تقسیم کرے گا۔ وہ اس سلسلے میں عملی اقدام کرنے سے پہلے سو بار سوچے گا' جب کہ کسی ایسے معاشرے میں جہاں اس قسم کے دانشمندانہ اصول و قواعد رواج پذیر نہ ہوں آدمی کے لئے یہ بالکل آسان ہو گا کہ جب اسے موقع ملے وہ اچھل کر کسی کے بستر پر جا لیٹے اور اس کے بعد اس سے باہر آ جائے (معاذاللہ۔ اس صورت میں دوسری عورت اور اس کے بچوں کے لئے ناگزیر احترام کی بجائے انتہائی کسمپرسی اور ذلت و خواری ہی باقی رہ جائے گی۔ اس سلسلے میں ہمارے سامنے اتنی مثالیں موجود ہیں کہ مزید کسی تبصرے کی ضرورت نہیں۔

طلاق

تیسرا مسئلہ طلاق کا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس مسئلے کا جو حل اسلام نے پیش کیا ہے وہ ان تمام طریقوں سے بہتر ہے جو دوسرے مذاہب یا قانونی نظاموں نے اپنائے ہیں اور جنہیں میں جانتی ہوں۔ ایسا اگرچہ عملاً شاذو نادر ہی ہوتا ہے لیکن اگر کسی وجہ سے میاں بیوی یہ محسوس کریں کہ اب ہم مزید مل جل کر نہیں رہ سکتے تو اسلام انہیں کسی نفرت انگیز زنجیر سے باندھ کر نہیں رکھتا کہ وہ بہر صورت اکٹھے رہنے پر مجبور ہوں۔ وہ نہایت سکون کے ساتھ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو سکتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کسی دوسرے سے نکاح کر کے اپنی جائز خواہشات کی تسکین کا سامان فراہم کر سکتا ہے۔ اگر کوئی بیوی یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کا خاوند دوسری بیوی گھر میں لائے تو وہ جب چاہے طلاق لے سکتی ہے' اور کوئی شخص اسے اس بات کے لئے مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اس چیز کو برداشت کرے جو اس کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اس معاملے میں کیا یہ چیز انسانی شرف سے

زیادہ ہم آہنگ نہیں کہ کسی قسم کی پراسراریت پیدا کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ اس صورت میں جب خاوند اپنی گرل فرینڈ سے ملنا چاہے تو اسے اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ خواہ مخواہ بے بنیاد الزامات لگا کر اپنا کیس مضبوط کرنے کی کوشش کرے' نہ بیوی کو اس امر کی ضرورت ہے کہ وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرے کہ جو کچھ اس کی پیٹھ پیچھے ہو رہا ہے اسے اس کی اطلاع نہیں۔ اسلام اس امر کی نہ صرف یہ کہ اجازت نہیں دیتا بلکہ اسے سخت ممنوع قرار دیتا ہے کہ کوئی مرد یا عورت محض اپنے ناجائز مفادات کے لئے ایک دوسرے پر غلط الزامات لگائیں اور مرد و زن دونوں چوری چھپے کے تعلقات قائم کریں۔ اس طرح اگر کوئی خاوند یہ سمجھتا ہے کہ وہ اب اپنی بیوی کی بری عادتوں یا ناپسندیدہ حرکات کو مزید برداشت نہیں کر سکتا تو اسے اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ اسے بدسلوکی کا نشانہ بنا کر شدید قسم کی ذہنی اذیت سے دوچار کرے۔ وہ بس سادگی کے ساتھ اس سے علیحدگی اختیار کر لے گا۔ اس چیز کا اطلاق اس کی بیوی پر بھی ہو گا اور وہ بھی جھوٹ کا سہارا لینے کے بجائے اسی طریق کار پر عمل کرے گی۔ اس طرح انسانی معاشرہ زیادہ صاف ستھری اور صحت مند شکل اختیار کرے گا۔ گھروں میں بچے ذلت و کسمپرسی کی اذیت سے نجات پالیں گے اور میاں بیوی بھی ہمیشہ کے جھگڑوں اور ناقابل برداشت مصائب و مشکلات کے کبھی ختم نہ ہونے والے چکروں سے نکل آئیں گے۔ طلاق سے متعلق اسلام کے اور بھی بہت سے قوانین اور اصول و ضوابط ہیں جو میری رائے میں انتہائی حکیمانہ سوچ پر مبنی ہیں' خواہ ان کا تعلق مطلقہ عورت کی مالی حیثیت اور اس کے بچوں سے ہو یا اسی طرح کسی اور معاملے سے۔ لیکن اگر ہم نے یہاں ان پر بحث کی تو ہم اپنے موضوع سے بہت دور نکل جائیں گے۔ مشہور محدث امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قانون کی رو سے جائز تمام امور میں جو چیز اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے وہ طلاق ہے۔" میں سمجھتی ہوں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی موثر حدیث کی برکت ہے کہ اگرچہ بعض صورتوں میں طلاق ایک ضرورت کی شکل اختیار کر لیتی ہے لیکن

مسلمان گھرانوں میں اس پر عمل انتہائی احتیاط کے ساتھ شاذ و نادر صورتوں ہی میں ہوتا ہے۔

اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ

اب چوتھے نمبر پر میں چند الفاظ "اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ" کی نسبت کہنا چاہتی ہوں۔ قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں کہ: "اور ان (عورتوں) کا ویسا ہی حق جیسا ان پر دستور کے مطابق مردوں کا ہے اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔" (سورۃ البقرہ' آیت:۲۲۸)

جو لوگ اسلامی شریعت میں نقائص نکالنا چاہتے ہیں وہ اس آیت میں مذکور حکم کو عورت کے وقار کے لئے نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ لیکن میری رائے میں اس ایک آیت میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی مجھے بحیثیت ایک عورت پر مسرت زندگی گزارنے کے لئے ضرورت ہے۔ یہ آیت مجھے وہ تمام حقوق عطا کرتی ہے جن کی میں آرزو رکھتی ہوں —— حصول تعلیم کا حق' اپنی ملکیت رکھنے کا حق' گھر کے اندر اپنی مرضی کے مطابق انتظام و انصرام کا حق اور اگر حالات کا تقاضا ہو تو ملازمت کرنے کا حق۔ یہ وہ چند پہلو ہیں جن کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن سب سے اہم حق جو مجھے اس آیت کی رو سے حاصل ہے وہ اپنے خاوند پر بھروسہ کرنے کا حق ہے' خواہ یہ بھروسہ نان و نفقہ کے معاملے میں ہو یا ایسے اہم فیصلوں کے بارے میں جو خاندان کی بھلائی کے لئے کئے جائیں۔ خاندان کی بھلائی کی فکر کرنے اور بیوی کے ساتھ مشورہ اور اپنی عقل کو کام میں لا کر مسائل کا بہترین ممکن حل تلاش کرنے کی عظیم ذمہ داری خاوند پر عائد ہوتی ہے۔ کیا یہ چیز عورت کی فطرت کا حصہ نہیں کہ وہ چاہتی ہے کہ اس کا خاوند طاقتور' منصف مزاج' دیانتدار' عقلمند اور قابل ذکر شخصیت کا مالک ہو' جو اہم فیصلے کرنے کا اہل ہو۔ میری رائے میں یہ وہ مثالی خاندان ہے جس کا تصور اسلام نے پیش کیا ہے۔ ایسے ماحول میں میاں بیوی دونوں شہوانی دائرے میں بھی اور متاہل زندگی کے

دوسرے میدانوں میں بھی اپنی خواہشات' آرزوؤں اور تمناؤں کی تسکین کا پورا سامان پائیں گے' جیسے مثال کے طور پر بچوں کی پرورش جو ازدواجی زندگی کا سب سے اہم اور نمایاں پہلو ہے۔

خاندان اور کردار کی تعمیر

جہاں تک تیسرے رکن یعنی انسانی خوبیوں جیسے محبت' شفقت' عفو و درگزر کا تعلق ہے تو اس معاملے میں اپنی بات کہنے کے بجائے میں قرآن مجید کا ارشاد نقل کروں گی جس میں کہا گیا ہے:

"اور ہم نے کی انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید کی' اٹھائے رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینے میں یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہا اس نے: "اے میرے رب! مجھ کو توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو انعام کیا تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جس کو تو پسند کرے اور میرے لئے میری اولاد میں اصلاح کر' میں بلاشبہ تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں (تیرے) فرمانبرداروں میں سے ہوں۔" (سورۃ الاحقاف' آیت:۱۵)

قرآن مجید مزید کہتا ہے:

"اور فیصلہ کر دیا آپ کے رب نے کہ نہ عبادت کرو مگر اس کی اور ماں باپ سے بھلائی کرو۔ اگر تمہارے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کو اف تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان سے ادب کی بات کہو اور جھکاؤ ان کے لئے بازو انکساری کا مہربانی سے اور دعا کرو کہ اے رب! ان پر رحم فرما! جیسا کہ انہوں نے میری پرورش کی چھٹپنے میں۔" (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳-۲۴)

اگر اپنے افراد خاندان کے ساتھ ہمارا رویہ اچھا' صبر و استقلال پر مبنی' مفاہمت پیدا

کرنے والا اور حوصلہ افزا ہو تو ہم یہ تمام خوبیاں ان کے اندر بھی پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس طرح ہمیں یقین ہے کہ یہ تمام خوبیاں پورے انسانی معاشرے میں بھی پیدا ہو جائیں گی۔ جو شخص اپنے خاندان کے لوگوں اور بال بچوں کے ساتھ شفقت و مہربانی اور مروت سے پیش آئے گا' وہ باہر والوں سے بھی اسی طرح اعلیٰ اخلاق اور مہربانی سے معاملہ کرے گا۔ اسی طرح وہ اس وقت سخت اور عدم مفاہمت کا رویہ اختیار کرے گا جب اسے اپنے خاندان اور اپنے ساتھیوں کو ان برائیوں سے بچانا ہو جو ان خوبیوں کو تباہ کرنے والی یا نقصان پہنچانے والی ہوں۔

خاندان' پناہ گاہ کی حیثیت سے

اب دلائل کو مختصر کرتے ہوئے عرض ہے کہ چوتھا رکن ہمیں خاندانی زندگی کے دائرے میں اندرونی اور بیرونی مشکلات کے خلاف محفوظ پناہ گاہ مہیا کرتا ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب کہ لوگ کسی پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں اور ہر شخص صرف اپنی ذاتی بھلائی کے بارے میں سوچتا ہے' دوسروں کے مسائل اور مشکلات کا احساس کرنا جرم سمجھا جاتا ہے۔ وہ لوگ خوش قسمت ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے پناہ کی کم از کم ایک جگہ موجود ہے جہاں سے انہیں صحیح رہنمائی بھی مل سکتی ہے' اچھی نصیحت بھی' روٹی کا ایک ٹکڑا بھی' کوئی مددگار بھی اور رات کو سونے کے لئے ایک چارپائی بھی۔ اس پناہ گاہ میں ہمیں اس امر کا یقین بھی حاصل ہو سکتا ہے کہ بیرونی دنیا کی زیادتیوں کے خلاف ہماری حفاظت کی جائے گی اور یہ کہ خاندان کے دوسرے لوگ ہم سے اچھائی کی توقع رکھتے ہیں' برائی کی نہیں' جس کی وجہ سے ہمیں یہ موقع ملتا ہے کہ ہم اپنی بہترین صلاحیتوں کو اجاگر کریں۔

مذکورہ خوبیوں کے پیش نظر خاندان کا ادارہ نہ صرف ضرورت مندوں کے لئے بہترین ادارہ ہے بلکہ ان لوگوں کے لئے بھی بہترین ادارہ ہے جو انسانیت کی بھلائی کے لئے دوسروں کی مدد کرنا چاہتے ہیں اور کر سکتے ہیں۔ تاریخ کی یہ شہادت ہے کہ کسی دوسرے

معاشرتی ادارے نے آج تک ایسی ذمہ داریاں کامیابی سے پوری نہیں کیں جیسی خاندان کے ادارے نے کی ہیں۔

سرسری نظر سے دیکھنے والوں کی رائے میں ہمارا معاشرہ بلاشبہ پختگی اور کمال کے انتہائی درجہ پر پہنچ چکا ہے۔ لیکن جو لوگ گہری نظر رکھتے ہیں اور اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اسلام کا خاندانی نظام اپنے افراد کی دیکھ بھال اور دلجوئی کس توجہ اور شفقت و محبت کے ساتھ کرتا ہے' ان کی رائے میں اس معاشرے کی انتہائی غیر شخصی معاشرتی کامیابیاں قطعاً کوئی قابل ذکر حیثیت نہیں رکھتیں' کیونکہ ان سے افراد معاشرہ کو وہ تربیتی فوائد حاصل نہیں ہوئے جن کی توقع اچھے معاشرتی خاندانی نظاموں سے کی جاتی ہے۔

✪

۳

بحث و گفتگو

پچھلے صفحات میں مذکورہ دو لیکچروں کے بعد بحث و گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا' تاہم اس کا تعلق زیادہ تر ان مسائل سے تھا جو پہلے لیکچر کی سماعت کے بعد سامنے آئے۔ اس گفتگو کو ہم کسی قدر اصلاح اور نظرثانی کے بعد درج ذیل سطور میں قارئین کی نذر کر رہے ہیں:

کثیر شوہری

سوال: میں کثیر شوہری کے بارے میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں' سوال یہ ہے کہ اگر ایک مرد کے لئے تعدد ازدواج کے حق میں آپ کے دلائل تسلیم کر لئے جائیں کہ بعض خاص حالات میں اسے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا حق حاصل ہے! تو کیا انہیں دلائل کی بنیاد پر ایک عورت کو بھی آپ یہ حق دیں گے کہ بعض خاص حالات میں وہ ایک سے زیادہ مردوں سے جنسی تعلق رکھے؟ یعنی ایک سے زیادہ مردوں کی بیوی بن کر رہے؟ اسی بات کو اگر ہم زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہیں تو ہم یہ کہیں گے کہ جیسے آپ کسی شخص کو' جس کی بیوی ناکارہ یعنی اپنے خاوند کی جنسی ضرورت پوری کرنے کی نااہل ہو جائے' یہ اجازت دیتے ہیں کہ وہ کسی دوسری عورت سے نکاح کر لے' تو کیا یہ دلیل اس عورت کے حق میں صحیح نہ ہوگی جس کا خاوند جنسی طور پر نااہل ہو اور اپنی بیوی کی جنسی ضرورت پوری نہ کر سکتا ہو؟ کیا

ایسی عورت کو بھی یہ حق ہوگا کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے اسے بھی اپنا خاوند بنا لے اور اس طرح دو خاوندوں کی بیوی بن کر رہے؟

محترمہ عائشہ لیمو:

جو مثالیں میں نے بطور نظیر پیش کی ہیں وہ ایسے انسانی حالات کی مثالیں ہیں جہاں واقعی مسئلہ موجود تھا اور میں نے یہ بھی بیان کیا کہ مغربی دنیا میں انتخاب کا حق محدود ہے، یعنی یا تو آپ موجودہ صورت حال کے ساتھ نباہ کریں یا طلاق حاصل کریں۔ آپ تیسرا انتخاب (Option) استعمال نہیں کر سکتے، یعنی ایک اور بیوی گھر میں نہیں لا سکتے۔ اب یہ جو سوال ہے کہ کسی عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہوں تو اس سے اور بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک سوال وراثت کا ہے۔ اگر کسی عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہوں تو اس امر کا یقین کے ساتھ تعین نہیں ہو سکے گا کہ بچے کا باپ کون ہے؟ میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک ایسی چیز ہو گی جس سے لوگ پریشان ہو جائیں گے، کیونکہ انہیں یقین نہیں ہو گا کہ بچہ ان کا ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے کہ بچہ کسی اور خاوند کا ہو۔ یہاں ایک اور مسئلہ جس کا ہم پہلے سے اندازہ کر سکتے ہیں یہ ہے کہ اگر کوئی عورت متعدد شوہر سر پر لا بٹھانے کے بجائے صرف ایک خاوند کی خدمت اور دیکھ بھال کرے تو یہ بھی اچھی خاصی پریشانی کی بات ہے (سامعین کی ہنسی اور پرجوش آوازیں) چنانچہ جہاں تک میں سمجھتی ہوں، اسلامی شریعت میں اس امر کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں کہ ایسی صورت پیدا ہونے کی اجازت دی جائے۔ تاہم چونکہ یہ ایک کھلی بحث ہے، لہٰذا ہو سکتا ہے کہ یہاں کچھ اور اہل علم موجود ہوں جو مجھ سے بڑھ کر کچھ اور معلومات فراہم کر سکتے ہوں۔

پروفیسر خورشید احمد:

میں چاہتا ہوں کہ بہن عائشہ نے جو کچھ کہا اس پر چند اور امور کا اضافہ کروں۔ سب سے پہلے تو ہمیں اسلامی موقف کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ اسلام اس امر کی تو اجازت

دیتا ہے کہ بعض حالات میں ایک شوہر کی متعدد بیویاں ہوں' لیکن اس امر کی اجازت کسی حال میں نہیں دیتا کہ ایک عورت کے متعدد خاوند ہوں۔ یہ اسلام کا قانونی موقف ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اس سلسلے میں بہن عائشہ نے دو نکات بیان کئے ہیں۔ اپنے اس موضوعی جواب کے ساتھ ساتھ کہ ایک ہی خاوند کی دیکھ بھال عورت کے لئے بڑا کام ہے' انہوں نے ان پیچیدگیوں کی جانب بھی اشارہ کر دیا ہے جو کسی عورت کے ایک سے زیادہ خاوندوں کی وجہ سے پیدا ہوں گی یعنی یہ کہ اول تو بچوں کا باپ کون ہے؟ اور دوسرے وراثت سے متعلق معاملات۔ میں چند اور امور کی جانب بھی آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں:

اول: اگر عمرانیاتی نقطہ نظر سے جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ خاندان کا ادارہ ابوی نظام میں زیادہ موثر طور پر کام کر سکتا ہے جب کہ ایک خاوند کی متعدد بیویاں ہوں' لیکن اگر ایک عورت کے خاوند ایک سے زیادہ ہوں تو اس صورت میں خاندان کا ادارہ بکھر کر رہ جائے گا۔ دلیل کی خاطر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ بات ممکن ہے کہ اموی نظام میں ایک عورت کے متعدد شوہر ہوں لیکن اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پورا معاشرتی ڈھانچہ تبدیل ہو کر رہ جائے گا۔

دوم: جنسی معاشرتی نقطہ نظر سے یہ بات ممکن ہے کہ ایک شوہر کی اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو وہ اپنی تمام بیویوں کے ساتھ جنسی تعلق رکھے اور وہ تمام کی تمام اس سے حاملہ ہو جائیں۔ لیکن اگر ایک عورت ایک سے زیادہ شوہر رکھتی ہو تو اس صورت میں بھی وہ حاملہ صرف ایک خاوند سے ہوگی۔

ہمیں یہ حقیقت بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ جب کوئی عورت ایک مرتبہ حاملہ ہو جائے تو اب کچھ عرصے کے لئے اس سے جنسی تعلق قائم نہیں کیا جا سکے گا۔ درحقیقت جنسیات کے ماہرین نے تعدد ازدواج کے حق میں جو دلیلیں دی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ چونکہ حمل کے دوران میں بیوی سے جنسی تعلق قائم نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ایک زوجگی کا جبری نظام خلاف فطرت ہے۔ اگر جائز طور پر منکوحہ بیوی کے امکان کو ختم کر دیا جائے تو

غیر قانونی جنسی تعلق کے خطرات حقیقی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ اگر ایک بیوی ایک خاوند کی صورت میں بات یہاں تک پہنچتی ہے تو اس صورت میں کیسی ناخوشگوار کیفیت پیدا ہوگی جب ایک بیوی کے کئی شوہر ہوں۔

سوم: عضویاتی اور جنسیاتی نقطہ نظر سے بھی یہ انتظام بے قاعدگی کی ایک بدترین صورت ہو گی۔ اس کے بہت سے پہلوؤں میں سے ہم یہاں صرف ایک پہلو کی طرف اشارہ کریں گے۔ اگر ہم جنسی بیماریوں کی پیدائش کا جائزہ لیں اور صرف ان کے پھیلاؤں کو سامنے رکھیں تو ہم یہ دیکھیں گے کہ ان کی پیدائش کا سبب وہ عورتیں ہیں جو ایک سے زیادہ مردوں سے جنسی تعلق قائم کرتی ہیں۔ جہاں تک ایک مرد ایک عورت کے جنسی تعلق کا معاملہ ہے' اس میں جنسی بیماریاں پیدا نہیں ہوتیں۔ اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ عورتوں سے جنسی تعلق رکھتا ہے' لیکن جس عورت سے وہ تعلق رکھتا ہے اس کا کسی اور مرد سے تعلق نہ ہو تو کوئی جنسی بیماری پیدا نہیں ہوگی۔ لیکن اگر کوئی عورت ایک سے زیادہ مردوں سے جنسی روابط رکھتی ہے تو جنسی بیماریاں پیدا ہونے کے امکانات سامنے آجاتے ہیں۔ معاملے کی نوعیت یہی ہے۔ چنانچہ اگر اس سے انحراف کیا گیا تو زندگی کا پورا نقشہ درہم برہم ہو جائے گا۔ زندگی کے نقشے میں ایک سے زیادہ بیویوں کی گنجائش ہے لیکن ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہوں' اس کی قطعاً گنجائش نہیں۔

اسلام نے ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوندوں کو اس لئے ممنوع نہیں ٹھہرایا کہ وہ مردوں کی طرف داری کرنا چاہتا ہے' بلکہ اس ممانعت کا مقصد مردوں' عورتوں اور پورے انسانی معاشرے کی بھلائی ہے۔

وراثت

سوال: میں حیران ہوں' کیا آپ میری بات سننا پسند کریں گے؟ یہ میرا بالکل ذاتی مسئلہ ہے۔ میری دو لڑکیاں ہیں' چنانچہ جب میں مروں گی تو چونکہ میری کوئی نرینہ اولاد نہیں اور

ظاہر ہے کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں' میری جائداد میری موت کے بعد میرے خاوند' میری دو بیٹیوں اور میرے دو بھائیوں اور بہنوں میں تقسیم ہو جائے گی' اگر اس وقت میرے والدین موجود نہ ہوئے۔ اب اگر میرے ہاں کوئی نرینہ اولاد ہوتی یا میری دو لڑکیوں میں سے ایک لڑکا ہوتی تو میری جائداد میرے بھائیوں میں تقسیم نہ ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ یہ صورت میری لڑکیوں کے لئے ایک سزا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ اس سزا کی مستحق کیوں ہیں؟

عائشہ لیمو کا جواب:

میرا خیال ہے کہ اس طرح کے معاملات میں جیسا کہ میں نے اپنے لیکچر میں کہا کہ ہمیں اسلام کے کلی احکام کو سامنے رکھنا چاہئے۔ ہمیں کسی قانون کے کسی ایک حصے کو اس کے دوسرے حصوں سے الگ کر کے اس پر غور نہیں کرنا چاہئے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ یہ مردوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے میں عورتوں کی کفالت کریں۔ چنانچہ خواہ کوئی عورت آدمی کی بیوی ہو یا بیٹی یا ماں یا کوئی اور رشتہ دار ہو جس سے آدمی کا رشتہ قریبی ہو اور اس کا کوئی اور اتنا قریبی مرد رشتہ دار نہ ہو' جو اس کی دیکھ بھال کرے تو اس صورت میں خاندان کے مردوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی لڑکیوں یا عورتوں کی دیکھ بھال کریں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص خاندان کا بڑا فرد ہے تو وہ جتنا بڑا ہے اس کی ذمہ داری بھی اتنی ہی بڑی ہے۔ لہٰذا یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کے قانون میں وراثت کا بڑا حصہ مردوں کو ملتا ہے' تو اس کی وجہ یہی ہے کہ انہیں عورتوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری پوری کرنی پڑتی ہے۔ اب اگر اس قانون کو پورے قانون سے الگ کر کے دیکھا جائے اور عورتوں پر بھی اپنی کفالت کی اتنی ہی ذمہ داری ہو جتنی مردوں پر ہے اور وہ کسی کی دست نگر نہ ہوں' تو ایسی صورت میں ہر شخص کہے گا کہ یہ تو بڑی بے انصافی ہے۔ لیکن اسلام کے قانونی نظام کے کلی تناظر میں جہاں عورت مرد کی ذمہ داری ہے' مجھے اس حکم میں کوئی بے انصافی نظر نہیں آتی۔ شاید یہاں شریعت اسلامی کے کوئی ماہر موجود ہوں اور وہ' جو کچھ میں نے کہا'

اس پر کچھ اضافہ کرنا مناسب سمجھیں۔

پروفیسر خورشید احمد:

میں اس موقع پر ایک مرتبہ پھر مداخلت کی جسارت کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں یہ سوال اسلامی قانون کے ایک انتہائی مخصوص شعبے سے تعلق رکھتا ہے' یعنی اس کے قانون وراثت سے۔ اسلام کا قانون وراثت بذات خود ایک انتہائی متوازن' افراط و تفریط سے پاک اور ایک دوسرے سے مربوط احکام پر مشتمل ہے لہٰذا اس کے بارے میں کوئی صحیح رائے قائم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پورے قانون پر بحیثیت مجموعی غور کیا جائے۔ اب اگر ہم آپ کی پیش کردہ اس خاص مثال پر غور کریں تو ہم کہیں گے کہ آپ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ جہاں تک قانون کا تعلق ہے زیر بحث صورت میں وراثت کا ایک حصہ مورثہ کی موت کے بعد اس کے بھائیوں بہنوں کو ملے گا۔ دنیاوی قانون ہمیشہ عمومی صورت حال کو سامنے رکھتا ہے اور استثنائی صورتوں کا ذکر نہیں کرتا' لیکن اسلام کا نظام قانون استثنائی صورتوں کا بھی لحاظ رکھتا ہے۔ اسلامی قانون ایسے حالات میں جن کا آپ نے ذکر کیا لڑکیوں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑتا۔ خاندان ان کا تحفظ کرتا ہے اور خاندان سے مراد صرف ماں اور باپ نہیں' بلکہ ان سے آگے بڑھ کر اور بھی بہت سے رشتہ دار خاندان میں شامل ہیں۔ تمہارے بھائی' تمہاری بہنیں' تمہارے ماں باپ یہ سب خاندان کے حصے ہیں اور خاندان کے کسی رکن کی عدم موجودگی میں یہ سب خاندان کے بچوں کی کفالت کا فریضہ انجام دیں گے۔ اس موقع پر آپ کو اسلام کا اصول تولیت (Principle of guardianship) نہیں بھلانا چاہئے۔ مثال کے طور پر آپ نے جس صورت کا ذکر کیا' آپ کی عدم موجودگی میں خاندان کا کوئی اور شخص آپ کی لڑکیوں کے ولی کی حیثیت سے فرائض انجام دے گا اور وہ کوئی نہ کوئی آپ کا قریبی رشتہ دار ہی ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ وراثت کے حصے ان تمام قریبی رشتہ داروں کو ملتے ہیں جنہیں رشتہ داری کے

اس نظام میں کوئی کردار ادا کرنا ہوتا ہے کہ پورا خاندان ایک ناقابل انقطاع وحدت کی شکل میں باقی رہے اور ہر شخص کے دل میں اپنی ذمہ داری کا احساس تازہ رہے۔ امید ہے کہ جو حصہ تمہارے بھائیوں' بہنوں' یا اگر تمہارے والدین زندہ ہوں' انہیں ملے گا۔ وہ صرف ان کے فائدے کے لئے استعمال نہیں ہوگا بلکہ پوری وحدت یعنی پورے خاندان کے فائدے کے لئے استعمال ہوگا۔ اسلامی شریعت اس امر پر زور دیتی ہے کہ یہ بڑے تمہارے بچوں کی مالی طور پر' اخلاقی طور پر' معاشرتی طور پر اور اسی طرح ہر پہلو سے پوری پوری دیکھ بھال کریں گے۔ یہ بچے ان کے خون کا حصہ ہیں۔ خاندان کے بزرگ اخلاقی اور قانونی طور پر اس امر کے پابند ہیں کہ ان کی کفالت کریں۔ اسی لئے اسلامی شریعت کے تحت وراثت میں ان کے حصوں کو تسلیم کیا گیا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسلام صرف قوانین کا مجموعہ نہیں۔ یہ ایک ضابطہ اخلاق ہے' معاشرتی انتظام ہے اور نصرت وحمایت اور ولایت کا پورا نظام ہے۔ خاندان اپنا یہ کردار ادا کرتا ہے خواہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔

چہرے کا پردہ

سوال: قرآن کے مطابق عورتوں اور مردوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب وہ گھر سے باہر نکلیں اور عوام میں جائیں تو اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ لیکن اگر عورت سر سے پاؤں تک پردے میں ہو تو اس صورت میں مردوں کو یہ حکم دینا کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں بے فائدہ بات ہے۔ اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ عورتیں اپنے چہروں کو کھلا رکھ سکتی ہیں تاکہ مرد اپنی نظروں کو نیچا رکھیں اور عورتوں کے پیچھے نہ دوڑائیں۔ اگر قرآن عورتوں اور مردوں دونوں کو یہ حکم دے رہا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی موجودگی میں اپنی نظریں نیچی رکھیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے لئے اپنے چہروں پر نقاب ڈالنا ضروری نہیں۔ بصورت دیگر وہ کون سی چیز ہے جس پر نظر نہ ڈالنے اور نظر نیچی رکھنے کو کہا گیا ہے؟ میں اتنا اور عرض کروں گی

کہ حج کے دوران میں خصوصیت کے ساتھ کسی عورت کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اپنے چہرے پر نقاب ڈالے۔

محترمہ عائشہ لیمو کا جواب:

میں اپنی بہن کے نقطہ نظر کو احترام کے ساتھ دیکھتی ہوں اور میرا خیال ہے کہ جہاں اس معاملے میں میری رائے غلط ہو آپ خود اس کی تصحیح کر سکتی ہیں۔ میرے نزدیک حج میں چہرے کو چھپانا اور کھلا رکھنا دونوں چیزیں ایسی ہیں جن کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ حالت احرام میں جب مرد سامنے نہ ہوں تو چہرہ کھلا رکھنا ہو گا اور مردوں کے قریب آنے یا سامنے موجود ہونے پر چہرہ پر نقاب ڈالنا اشد ضروری ہے۔ میں نے اپنی گفتگو میں بھی یہ ذکر کیا تھا کہ ایک اور نقطہ نظر ہے جسے کچھ لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس کی باقاعدگی ایک بنیاد موجود ہے' تو اگر وہ چاہیں تو اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔

پروفیسر خورشید احمد:

صرف ریکارڈ درست رکھنے کے لئے مجھے اجازت دیجئے کہ میں دوسرا نقطہ نظر بھی سامنے لے آؤں۔ یہ مفروضہ کہ اگر قرآن عورتوں اور مردوں دونوں سے یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور ایک دوسرے کو ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے چہرے کھلے رہنے چاہئیں تو یہ محض ایک خیالی بات ہے۔ ہمیں اس سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اگر قرآن یہ کہتا ہے کہ جب تم نشے میں ہو تو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب تم نماز نہ پڑھ رہے ہو تو شراب پینے کی اجازت ہے۔ ایسی بہت سی صورتیں ہیں جن میں ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں حتیٰ کہ اس طرح بھی دیکھ سکتے ہیں جس سے خواہش پیدا ہو' خواہ پورا جسم ڈھکا ہوا ہی کیوں نہ ہو۔ نظریں نیچی رکھنا ایک طرز عمل کا اظہار ہے نہ کہ صرف ایک فعل۔ لہٰذا یہ حکم خصوصیت کے ساتھ صرف مخالف جنس کا چہرہ دیکھنے سے متعلق نہیں بلکہ اس کے پورے وجود کو دیکھنے سے

متعلق ہے۔ مزید بر آں چہرہ ڈھانپنے سے متعلق دلیل قرآن مجید کے متعدد استدلالات پر مبنی ہے' جن کو احادیث میں مزید آگے بڑھایا گیا ہے۔ اسلام کا ایک اصول یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں سمجھنا چاہئے۔ لہٰذا اگر دونوں کو سامنے رکھا جائے تو اس سے اس بات کی توثیق ہوتی ہے کہ جب عورتیں باہر نکلیں تو وہ اپنے جسم کو مناسب طریقے سے ڈھانکیں' اور جسم میں چہرہ بھی شامل ہے۔ جسم کے صرف وہ حصے جو چلنے میں کھل جاتے ہیں صرف ان کے متعلق اجازت ہے کہ وہ کھلے رکھے جاسکتے ہیں مثلاً ہاتھ اور پاؤں۔ ہمیں یہ امر تسلیم کرلینا چاہئے کہ اس مسئلے کے بارے میں دو نقطہ نظر ہیں اور یہ دونوں بنیادی ماخذ پر اچھی طرح غور کرنے سے سامنے آتے ہیں۔ دلائل کی بنیاد پر ہر شخص آزاد ہے کہ وہ ان میں سے جس نقطہ نظر کو چاہے ترجیح دے لیکن اسے دوسرے نقطہ نظر کا بھی احترام کرنا چاہئے۔ اس معاملے میں حج کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ غیر متعلق ہے۔ حج کے جو احکام ہیں وہ ایک خصوصی صورت حال کے بارے میں ہیں اور یہ بات دانشمندانہ نہیں ہوگی کہ انہیں عمومیت کا رنگ دے دیا جائے۔ احرام کی حالت میں مرد اپنے سر نہیں ڈھک سکتے۔ اسی طرح وقوف مزدلفہ میں مغرب کی نماز اپنے مقررہ وقت پر ادا نہیں کی جاتی بلکہ عشاء کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ یہ سب احکام خصوصی صورتحال سے متعلق ہیں' چنانچہ انہیں عمومیت کا رنگ دینا خطرناک ہوگا۔

لباس

حاضرین میں شامل ایک خاتون کا اظہار خیال:

میں چاہتی ہوں کہ لباس کے بارے میں چند گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کروں' مسز لیمو نے اس کی طرف بس ایک اشارہ ہی کیا ہے۔ یہاں سب سے پہلا سوال تو ترجیحات کا ہے۔ اسلام زندگی کے بارے میں ہمارے نقطہ نظر کو بدل ڈالنا چاہتا ہے۔ اسلام کا مردوں اور پھر عورتوں سے یہ کہنا کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں' کوئی اتفاقی چیز نہیں بلکہ

اسلام نے یہ حکم بالارادہ سوچ سمجھ کر دیا ہے۔ قرآن اور سنت نے لباس کے مسئلے کو بھی نظرانداز نہیں کیا بلکہ اس بارے میں واضح احکامات دیئے ہیں۔ یہاں مردوں کو بھی تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں کہ وہ اپنے جسموں کو کس طرح چھپائیں اور عورتوں کو بھی واضح ہدایات دی گئی ہیں کہ وہ اپنے آپ کو کس طرح چھپائیں۔ آیا عورتوں کو اپنا چہرہ چھپانا چاہئے یا نہیں؟ یہ پوری سکیم کا صرف ایک عنصر ہے۔ موجودہ حالات میں اس مسئلے سے متعلق ہمیں بڑی مشکل صورتحال کا سامنا ہے کیونکہ اسلام کی پیش کی گئی پوری سکیم پر عمل نہیں ہو رہا۔ کچھ لوگوں نے اپنے آپ کو ان تقاضوں سے بالکل آزاد کر لیا ہے جن کا پورا کرنا اسلامی تعلیمات کی رو سے ہمارے لئے ضروری ہے' لیکن جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے ان سے وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو ڈھانپیں۔ مردوں کو کہیں اس امر کی اجازت نہیں کہ وہ داڑھی منڈوائیں لیکن بہت سے لوگ ان احکام کی پرواہ نہیں کرتے۔ جہاں تک اسلامی ہدایات کا تعلق ہے' وہ مردوں اور عورتوں سے یکساں متعلق ہیں۔ چنانچہ میں سمجھتی ہوں کہ دونوں فریقوں کو اپنے دل ٹٹولنے چاہئیں اور یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم ان احکام پر عمل کرنے کی کوشش کس حد تک کر رہے ہیں!

✪

ضمیمہ

دین کے دس بنیادی احکام

امر اول:

کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

"یقیناً اگر کوئی شخص کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے گا تو اس پر جنت حرام کر دی جائے گی اور قیامت کے دن بدکاروں کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔" (القرآن)

مردوں سے مرادیں مانگنا' ان کی دہائی دینا یا ان کی قبروں پر نذریں چڑھانا یا جانور قربان کرنا یہ تمام مشرکانہ رسمیں ہیں۔

امر دوم:

لوگوں کا اپنے اور اللہ کے درمیان کسی بھی بشر کو واسطہ قرار دینا' اس سے حاجتیں مانگنا' اسے اللہ کے حضور میں اپنا سفارشی بنانا اور اپنی مشکلات حل کرنے کے لئے اس پر بھروسہ کرنا کفر ہے۔ مومن کو ایسے کاموں سے دور رہنا چاہئے۔

امر سوم:

جو شخص شرک کرنے والوں کو کافر نہیں سمجھتا' یا ان کے عقیدے کی نسبت اس شک

میں مبتلا ہو کہ ہو سکتا ہے ان کا عقیدہ صحیح ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ غلط ہو تو ایسے شخص کا عقیدہ بھی درست نہیں۔

امر چہارم:

جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور رہنمائی کے مقابلے میں کسی اور شخص کی رہنمائی کو زیادہ جامع اور کامل یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بالمقابل کسی اور شخص کے فیصلے کو بہتر سمجھتا ہو وہ کافر ہے۔ اس حکم کا اطلاق ایسے لوگوں پر ہوتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر گمراہ لوگوں کے فیصلوں کو ترجیح دیتے ہیں۔

اس طرح کے فیصلوں کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

(الف): اس امر کا یقین رکھنا کہ انسانوں کے بنائے ہوئے نظام اور قوانین اسلامی شریعت سے بہتر ہیں، مثال کے طور پر:

یہ کہ اسلامی نظام بیسویں صدی مین قابل عمل نہیں۔

یہ کہ مسلمانوں کی پس ماندگی اور گراوٹ کا سبب اسلام ہے۔

یہ کہ فرد کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ایک شخصی و ذاتی معاملہ ہے، لہٰذا اس کا اثر اجتماعی زندگی تک نہیں پہنچنا چاہئے۔

(ب): یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزاؤں کا عملی نفاذ آج کے زمانے میں قرین مصلحت نہیں، جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا یا زانی کو سنگسار کرنا۔

(ج): یہ سمجھنا کہ قانونی امور، سزاؤں کے نفاذ یا ایسے دیگر معاملات میں بھی وحی الٰہی کو نظر انداز کر کے اپنی رائے کے مطابق فیصلہ (یا رولنگ) دینے کی اجازت ہے، خواہ ایسا فیصلہ دینے والا یہ نہ سمجھتا ہو کہ اس کی رائے اسلامی شریعت سے افضل ہے۔ ایسا شخص درحقیقت اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے قطعیت سے حرام ٹھہرا دی ہیں انہیں استعمال میں لانا یا ان کا مرتکب ہونا جائز ہے، جیسے بدکاری، شراب خوری یا سودی لین

دین وغیرہ۔ امت مسلمہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شخص ان چیزوں کو جائز سمجھتا ہو وہ قطعاً کافر ہے۔

امر پنجم:

جو شخص کسی ایسی چیز یا اس کے کسی حصے سے نفرت کرتا ہو یا اسے ناپسندیدہ ٹھہراتا ہو جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز ٹھہرایا ہے' تو وہ درحقیقت اپنے اسلام کا انکار کرتا ہے' خواہ وہ اس چیز پر خود عمل بھی کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"کیونکہ انہوں نے اللہ کی نازل کردہ وحی کو ناپسند کیا لہٰذا ان کے تمام اعمال حبط (ضائع) ہو گئے۔" (القرآن)

امر ششم:

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے کسی پہلو یا اس میں مذکورہ کسی نیک کام کے ثواب یا کسی برے کام کے لئے مقرر کردہ سزا کو تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بنائے گا وہ اسلام کے دائرے سے نکل جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"کہو' کیا تم اللہ تعالیٰ' اس کے احکام اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذاق اڑاتے ہو (نعوذ باللہ!) تم یقیناً اسلام لانے کے بعد اس کے دائرے سے نکل گئے اور کفر کی حدود میں داخل ہو گئے' لہٰذا اب صفائیاں پیش نہ کرو۔" (القرآن)

امر ہفتم:

جادو کرنا! جادو کرنے میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ مثلاً آدمی خاوند کی اپنی بیوی سے محبت کو نفرت میں بدل دے اور ان دونوں میں جدائی ڈال دے' یا یہ کہ آدمی کالے عمل کے ذریعے سے کسی شخص کو ایسے کام پر مجبور کرے جسے وہ پسند نہ کرتا ہو۔ جو شخص ایسے کام کرے یا انہیں پسند کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اللہ کے دونوں فرشتے ہاروت اور ماروت لوگوں کو ہرگز کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک انہیں اس بات سے آگاہ نہ کردیں کہ دیکھو! ہم تمہارے لئے آزمائش ہیں لہٰذا تم ہرگز کفر نہ کرنا۔" (القرآن)

امر ہشتم:

مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد کرنا اور انہیں تائید بہم پہنچانا۔ اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے:

"تم میں سے جو ان کی مدد کرے گا وہ انہیں میں سے سمجھا جائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو فاسق ہیں۔" (القرآن)

امر نہم:

جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ کچھ لوگوں کو اس امر کی اجازت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت سے انحراف اختیار کرلیں تو اس میں کوئی برائی نہیں' ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشاد کے مطابق کافر ہے:

"اگر کوئی شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طلبگار ہے تو اس کا وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔" (القرآن)

امر دہم:

اللہ کے دین سے مکمل طور پر علیحدگی اختیار کرلینا' اس طرح کہ نہ اس کے احکامات سے آگاہی حاصل کی جائے نہ ان پر عمل کیا جائے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

"اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے مالک کے احکام سے آگاہ کیا جائے' لیکن وہ ان سے پہلو تہی کرے۔ یقیناً ہم بدکاروں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیں گے۔" (القرآن)

اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:

"لیکن جو لوگ منکر ہیں وہ اس (عذاب) سے صرف نظر کرتے ہیں جس کے بارے میں انہیں متنبہ کیا جاتا ہے۔" (القرآن)

رہی یہ بات کہ ایسے انحرافات کا ارتکاب ازراہ مذاق کیا جائے یا سنجیدگی کے ساتھ یا خوف کی وجہ سے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاں' اگر اس انحراف کی وجہ جبر یا دباؤ ہو تو اور بات ہے۔

ہم ایسے اعمال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جن کی وجہ سے ہمیں اس کے غضب اور شدید عذاب کا نشانہ بننا پڑے۔

✪

قرآن کریم میں پردے کے احکام

- "اے اولاد آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے تاکہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے' شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔" (سورۃ الاعراف' آیت ۲۶)
- "اے محمد (ﷺ)! ان سے کہو کہ کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا تھا' اور کس نے اللہ کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟.... کہو: یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے روز تو خالصتاً انہیں کے لئے ہوں گی۔ اس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھنے والے ہیں۔" (سورۃ الاعراف' آیت ۳۲)
- "اے نبی (ﷺ) کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو' تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص لالچ (کے مرض) میں پڑ جائے بلکہ صاف سیدھی بات کیا کرو۔" (سورۃ الاحزاب' آیت ۳۲)
- "اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔ نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے۔" (سورۃ الاحزاب' آیت ۳۳)

- "یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں۔ بے شک اللہ لطیف اور باخبر ہے۔" (سورۃ الاحزاب' آیت ۳۴)
- "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' نبی (ﷺ) کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔ نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو' ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ۔ مگر جب کھانا کھالو تو منتشر ہو جاؤ' باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ تمہاری یہ حرکتیں نبی (ﷺ) کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے' اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا۔ نبی (ﷺ) کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔ تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اللہ کے رسول (ﷺ) کو تکلیف دو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ تم خواہ کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ کو ہر بات کا علم ہے۔" (سورۃ الاحزاب' آیت ۵۳)
- "ازواج نبی (ﷺ) کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ ان کے باپ' ان کے بیٹے' ان کے بھائی' ان کے بھتیجے' ان کے بھانجے' ان کے میل جول کی عورتیں اور ان کے مملوک گھروں میں آئیں۔ (اے عورتو) تمہیں اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرنا چاہئے' اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔" (سورۃ الاحزاب' آیت ۵۵)
- "اے نبی (ﷺ)! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے' تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔ اللہ تعالٰی غفور و رحیم ہے۔" (سورۃ الاحزاب' آیت ۵۹)
- "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو۔ یہ

طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے' توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی جائے' اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ' یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے' اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ البتہ تمہارے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جو کسی کے رہنے کی جگہ نہ ہوں اور جن میں تمہارے فائدے (یا کام) کی کوئی چیز ہو' تم جو کچھ ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو اللہ کو سب کی خبر ہے۔" (سورۃ النور' آیت ۲۷)

- "اے نبی (ﷺ)! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں' اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔" (سورۃ النور' آیت ۳۰)
- "اور اے نبی (ﷺ)! مومن عورتوں سے (بھی) کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود بخود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے: شوہر' باپ' شوہر کے باپ' اپنے بیٹے' شوہر کے بیٹے' بھائی' بھائیوں کے بیٹے' بہنوں کے بیٹے' اپنی میل جول کی عورتیں' اپنے مملوک' وہ زیردست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ اے مومنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو' توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔" سورۃ النور' آیت ۳۱)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' لازم ہے کہ تمہارے مملوک اور تمہارے وہ بچے جو بھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا

کریں: صبح کی نماز سے پہلے' اور دوپہر کو جب تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو' اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے لئے پردے کے وقت ہیں۔ ان کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر' (کیوں کہ) تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ تمہارے لئے اپنے ارشادات کو واضح کرتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔" (سورۃ النور' آیت ۵۸)

✪ "اور جب تمہارے بچے عقل کی حد کو پہنچ جائیں تو چاہئے کہ اسی طرح اجازت لے کر آیا کریں جس طرح ان کے بڑے اجازت لیتے رہے ہیں۔ اس طرح اللہ اپنی آیات تمہارے سامنے کھولتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔" (سورۃ النور' آیت ۵۹)

✪ "اور جو عورتیں جوانی سے گزری بیٹھی ہوں' نکاح کی امیدوار نہ ہوں اور وہ اگر (اپنی) چادریں اتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں' بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔ تاہم وہ بھی حیاء داری ہی برتیں تو ان کے حق میں اچھا ہے' اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔" (سورۃ النور' آیت ٦٠)

✪

احادیث رسول صلی اللہ علیہ و سلم میں پردہ کے احکام

✪ باریک لباس پہننا سخت گناہ کی بات ہے

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی سالی) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ہاں آئیں۔ اس وقت وہ نہایت باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: "اے اسماء! عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آنا چاہئے سوائے ہتھیلیوں اور چہرہ کے۔" (ابو داؤد)

◄ یہاں یہ امر پیش نظر رہے کہ ہتھیلیوں اور چہرہ کے کھلا رکھنے کا یہ حکم عورت کے محرم مرد حضرات کے حوالے سے ہے۔ غیر محرم مرد چاہے وہ اپنے عزیز ہی کیوں نہ ہوں' ان سے بھی عورت دیگر اجنبی مردوں کی طرح پردہ کرے گی۔ دوسرا یہ کہ اسلام میں عورت کے ستر اور پردہ کے احکام الگ الگ ہیں۔ ستر کا معاملہ پردہ سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وہ اعضاء جو ستر میں شامل ہیں' عورت ان کو اپنے قریبی ترین عزیزوں مثلاً ماں باپ' بہن بھائیوں سے بھی چھپائے گی سوائے خاوند کے۔

✪ پردے کا شدید اہتمام

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس دوران میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ام مکتوم (رضی اللہ عنہا) آ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہمیں) فرمایا: "تم ان سے پردہ کرو۔" ہم نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ نابینا نہیں ہیں! وہ نہ تو ہمیں دیکھیں گے اور نہ ہی پہچان سکیں گے۔" (اس پر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم دونوں بھی اندھی ہو! کیا تم انہیں نہیں دیکھو گی!"
(ابوداؤد و ترمذی)

◄ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ عورتوں کے لئے چہرہ کا پردہ لازم ہے' دین نے اس کی تمام حالات میں کسی طرح کی چھوٹ نہیں دی۔

✪ قریبی رشتہ داروں سے پردے کی نوعیت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "تم لوگ عورتوں کے ہاں (تنہا) جانے سے پرہیز کرو۔" (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے) عرض کیا گیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! دیور کا (اپنی بھاوج کے ہاں تنہا) جانا کیسا ہے؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دیور تو موت (کی طرح مہلک اور تباہ کن) ہے۔"
(بخاری و مسلم)

✪ محرم عورت کے گھر کے اندر بھی اجازت لے کر جانا چاہئے

ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے وقت بھی اجازت طلب کروں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں۔" پھر اس نے عرض کیا: "میں تو گھر میں اس کے ساتھ رہتا ہوں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اُس سے اجازت لے کر ہی اس کے پاس جاؤ۔" اس نے پھر عرض کیا: "میں اس کا خادم ہوں' مجھے بار بار اس کے پاس جانا پڑتا

ہے۔ کیا مجھے بار بار اجازت لینی چاہئے؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کے پاس اجازت لے کر ہی جاؤ۔ کیا تم اسے برہنہ دیکھنا پسند کرتے ہو؟" وہ بولا: "نہیں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(یہی وجہ ہے کہ) جب بھی تم اس کے پاس جانا چاہو تو اجازت لے کر ہی جاؤ۔" (مؤطا امام مالک)

✪ عورت چھپانے کی چیز ہے

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"عورت چھپانے (اور مستور رہنے) کی چیز ہے۔ جب وہ (گھر سے باہر) نکلتی ہے تو شیطان اسے تاکتا ہے۔" (ترمذی)

✪ کسی شخص کے مکان کے اندر جھانکنا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"اگر کوئی شخص اجازت کے بغیر تمہارے گھر کے اندر جھانکے اور تم کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو، تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔" (بخاری)

✪ عورت اور گھر' لازم و ملزوم ہیں

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"عورتوں کے لئے مسجد ان کے گھر کے اندرونی حصے ہیں۔" (احمد و طبرانی)

✪

بالغ مسلمان عورت کے لئے غیر محرموں
سے پردہ کرنا اللہ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ و سلم کا حکم ہے۔ اس حکم
کی مکمل پیروی میں ہی مسلمان خواتین
کی بہتری اور اخروی نجات مضمر ہے۔
اللہ تعالیٰ تمام مسلمان خواتین کو مکمل
اطاعت رسول صلی اللہ علیہ و سلم کا
جذبہ صادقہ عنایت فرمائے، آمین!

شرم وحیاء مسلمان عورت کا اصلی زیور
اور بہترین دولت اور سرمایہ ہے۔

حجاب (پردہ) اختیار کرنے والی مسلمان
عورت باحیاء ہوتی ہے۔ بے پردہ
مسلمان خاتون خود سوچ لے کہ پھر اس
کا کیا مقام ہے؟